IIC MUMBAI

قرآنی آیات کا جواب

(نماز اور غیر نماز میں)



از

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

ناشر: اسلامک انفارمیشن سینٹر، کرلا، ممبئی

قرآنی آیات کا جواب

(نماز اور غیر نماز میں)

از

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

ناشر

اسلامک انفارمیشن سینٹر، کرلا، ممبئی

نام کتاب	:	**قرآنی آیات کا جواب، نماز اور غیر نماز میں**
مؤلف	:	**ابو الفوزان کفایت اللہ سنابلی**
ناشر	:	اسلامک انفارمیشن سینٹر، کرلا، ممبئی
اشاعت	:	2017ء
تعداد	:	1000
قیمت	:	50/روپے

ملنے کے پتے :-

☆ اسلامک انفارمیشن سینٹر، کرلا، ممبئی

☆ عمری بک ڈپو، نزد مدرسہ تعلیم القرآن، اشوک نگر، کرلا، ممبئی

☆ مدرسہ رحمانیہ سلفیہ، کملا رامن نگر، بیگن واڑی، گوونڈی، ممبئی

☆ مدرسہ تنویر الاسلام، سعد اللہ پور، پوسٹ کسمہی، سدھارتھ نگر، (یو، پی)

☆ مرکز مکتبۃ الاسلام، ایوان ہمدرد، مسلم چوک، گلبرگہ، کرناٹک، انڈیا۔

کتاب منگانے کے لئے رابطہ نمبر:

02226500400

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اول

قرآنی آیات کے جواب سے متعلق بہت سی روایات ہیں جن میں اکثر ضعیف وغیر ثابت ہیں ۔بعض روایات ثابت ہیں لیکن وہ خاص طریقے اور خاص حالت سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔

لیکن آج کل دیکھا یہ جارہا ہے کہ بعض حضرات اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ فرض نمازوں میں قرآنی آیات کا جواب دیا جائے اور نہ صرف امام بلکہ مقتدی بھی قرآنی آیات کا جواب دے ۔اوراس سلسلے میں ہرطرح کی ضعیف ومردود روایات پیش کرکے اس پرعمل کی دعوت دی جاتی ہے۔

زیرنظر رسالہ میں اس موضوع پر مفصل گفتگوکرتے ہوئے قرآنی آیات کے جواب کا مسنون طریقہ بیان کیا گیا ہے،اوراس ضمن میں وارد ہر حدیث پر گفتگو کی گئی ہے۔

کتاب کے متن میں ہرضعیف حدیث کا سببِ ضعف مع دلائل بیان کیا گیا ہے،اور حاشیہ میں احادیث کی مکمل تخریج کرتے ہوئے سند کے مداراوراس کے درجہ کو واضح کیا گیا ہے، نچلے طبقے میں متابعات کی نشاندہی کی گئی ہے،شواہد ملنے کی صورت میں ان پر بھی بحث کی گئی ہے۔

ابتداء میں ایک مفصل مقدمہ ہے جس میں فضائل اعمال میں ضعیف حدیث کی قبولیت مع شرائط پر بحث کرتے ہوئے ’’اعمال‘‘ اور ’’فضائل اعمال‘‘ کا فرق واضح کیا گیا ہےاورقرآن وحدیث ،آثارصحابہ اورائمہ ومحدثین کی تصریحات کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ ضعیف حدیث نہ ’’اعمال‘‘ میں قابل قبول ہے نہ ’’فضائل اعمال‘‘ میں۔

اخیر میں پورے رسالہ کا مختصر خلاصہ پیش کردیا ہے جوحضرات مکمل رسالہ مطالعہ نہ کرسکیں

ان کے لئے اس خلاصہ پر نگاہ ڈال لینا اصل نتائج کی معلومات کے لئے کافی ہوگا۔

راقم الحروف کی معلومات کی حد تک اس موضوع پر یہ پہلی مستقل اور جامع تالیف ہے، اس سے قبل اس موضوع پر کسی بھی زبان میں کوئی مستقل کتاب موجود نہیں ہے۔

ایک صاحب نے اس موضوع پر کسی کے تعاقب میں ایک مضمون لکھا پھر اس کو کتابچہ کی شکل میں شائع کر دیا ہے، یہ کوئی مستقل تالیف نہیں ہے نہ ہی اس میں ساری روایات اور سارے مسائل پر گفتگو ہے۔ہم نے آخر میں اس کتابچہ کا مختصر جائزہ پیش کر دیا ہے۔

قارئین سے گذارش ہے کہ جہاں کہیں غلطی وکوتاہی نظر آئے راقم الحروف کو اس سے آگاہ کریں تاکہ شکریہ کے ساتھ اصلاح کر لی جائے۔

ابو الفوزان کفایت اللہ السنابلی

۱۷/ اکتوبر ۲۰۱۷ ممبئی

مقدمة

قرآنی آیات کا جواب دینا یہ ''اعمال'' سے تعلق رکھتا ہے ''فضائل اعمال'' سے نہیں۔اس لئے اس معاملہ میں یہ کہنے کی بالکل گنجائش نہیں ہے کہ بعض اہل علم کے یہاں فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جاسکتا ہے۔کیونکہ جن اہل علم نے یہ بات کہی ہے ان کا یہ مقصود نہیں ہے کہ فضیلت والی احادیث ہی کو عمل کی اصل بنیاد اور دلیل بنالیا جائے بلکہ ان کا مقصود یہ ہے کہ جو عمل اپنی جگہ پر اصلا ثابت شدہ ہو پھر اس کی فضیلت میں کوئی ضعیف حدیث مل رہی ہو جس میں اس ثابت شدہ عمل کی ترغیب ہو یا اس کا خاص اجر وثواب مذکور ہو تو اس اجر وثواب کی امید کے ساتھ اس عمل کو انجام دیا جاسکتا ہے۔یعنی عمل کی ادائیگی کی اصل دلیل یہ ضعیف حدیث نہیں ہوتی ، بلکہ ضعیف حدیث محض اس عمل کی ادائیگی کے لئے تحریک اور ترغیب کا کام کرتی ہے۔

مثلا یوم عاشوراء (دس محرم) کا روزہ رکھنا کئی صحیح احادیث سے ثابت ہے۔اب اگر اس ثابت شدہ عمل کی فضیلت میں کوئی ضعیف حدیث مل جائے جس میں اس کا خاص اجر وثواب ہو تو اس اجر وثواب کی امید کے ساتھ اس عمل کو انجام دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔چنانچہ کوئی شخص اگر اس فضیلت والی ضعیف حدیث کے پیش نظر عاشوراء کے روزہ پر عمل کرنا چاہئے تو اس کے لئے کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس ضعیف حدیث پر عمل کرسکتا ہے کیونکہ اس کا تعلق محض فضائل اعمال سے ہے۔اور اصل عمل (یوم عاشوراء کا روزہ رکھنا) اپنی جگہ دیگر دلائل سے ثابت شدہ ہے۔[1]

یہ ہے اہل علم کی اس بات کا مفہوم کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جاسکتا ہے۔اوران اہل علم نے فضائل میں اس طرح کی بات اس لئے کہی ہے کیونکہ عمل تو اپنی جگہ پر ثابت شدہ ہوتا ہے لہٰذا اس کی فضیلت میں وارد ضعیف حدیث سامنے رکھ کر عمل کیا جائے تو

[1] یہ بات بطور مثال کہی گئی ہے ورنہ صوم عاشوراء کی فضیلت بھی ثابت ہے۔

اس میں خسارہ والی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ اگر یہ فضیلت صحیح ہے تو اسے حاصل ہوگی اور صحیح نہیں ہے تو اصل عمل کا نارمل ثواب تو اسے ملے گا ہی، کیونکہ اصل عمل دیگر صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفی ۷۲۸) اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فإذا روى حديث في فضل بعض الأعمال المستحبة وثوابها وكراهة بعض الأعمال وعقابها: فمقادير الثواب والعقاب وأنواعه إذا روى فيها حديث لا نعلم أنه موضوع جازت روايته والعمل به بمعنى أن النفس ترجو ذلك الثواب أو تخاف ذلك العقاب كرجل يعلم أن التجارة تربح لكن بلغه أنها تربح ربحا كثيرا فهذا إن صدق نفعه وإن كذب لم يضره"[1]

"جب بعض مستحب (یعنی ثابت شدہ) اعمال کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب میں، اسی طرح بعض اعمال کی کراہت اور اس کے عقاب، میں کوئی (ضعیف) حدیث مروی ہو تو خاص مقدار میں ثواب وعقاب وغیرہ سے متعلق مروی حدیث کے بارے میں جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ وہ من گھڑت ہے (یعنی وہ صرف معمولی ضعیف ہو) تو اس کو بیان کرنا اور اس پر عمل کرنا اس معنی میں جائز ہے کہ اس سے دل کو اس ثواب کی لالچ ہوگی اور اس عقاب سے دہشت ہوگی۔ مثال کے طور پر کسی آدمی کو یہ معلوم ہو کہ تجارت اپنی جگہ پر نفع بخش ہے (یعنی اس کی نظر میں اتنی بات اپنی جگہ پر پہلے سے ثابت ہے کہ تجارت میں "نفع" ہوتا ہے) لیکن اسے کوئی یہ بتائے

[1] مجموع الفتاوی، الباز المعدلة: ١٨/ ٦٦

کہ تجارت میں ''بہت ہی زیادہ نفع'' ہے (تو یہ شخص اگر اس کی بات قبول کر لے اور اس امید پر تجارت شروع کر دے) تو اگر یہ بات سچ ثابت ہوئی تو اس کا فائدہ اسے ملے گا اور اگر جھوٹ ثابت ہوئی تو اس بات سے اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔''

یہی معاملہ ثابت شدہ اعمال کے فضائل میں مروی ضعیف احادیث کا ہے کہ ضعیف احادیث میں بیان کردہ خاص بات سچ ثابت ہوئی تو عمل کرنے والے کو یہ خاص فائدہ مل جائے گا اور اگر جھوٹ ثابت ہوئی تو گرچہ یہ خاص فائدہ نہ ملے تو لیکن اصل عمل کا نارمل ثواب تو اسے ملے گا ہی۔ یعنی دونوں صورتوں میں کوئی خسارہ کی بات نہیں ہے۔ لہٰذا فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

الغرض یہ کہ اہل علم نے صرف ''فضائل اعمال'' میں ضعیف احادیث پر عمل کرنے کی گنجائش دی ہے نہ کہ ''اعمال'' میں۔ افسوس ہے بہت سارے لوگ یہ بات سمجھ نہیں پاتے اور فضائل اعمال کے بجائے اعمال ہی میں ضعیف حدیث قبول کر لیتے ہیں اور اس پر عمل شروع کر دیتے ہیں حالانکہ اصل اعمال میں ضعیف حدیث قبول کرنے کی بات ائمہ ومحدثین میں سے کسی ایک نے بھی نہیں کہی ہے بلکہ سب کا اس بات پر اجماع ہے کہ اعمال کے ثبوت کے لئے ضعیف حدیث قابل حجت نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفی ۷۲۸) فرماتے ہیں:

''ولم يقل أحد من الأئمة إنه يجوز أن يجعل الشيء واجبا أو مستحبا بحديث ضعيف ومن قال هذا فقد خالف الإجماع''[1]

''ائمہ میں سے کسی ایک نے بھی یہ بات نہیں کہی ہے کہ ضعیف حدیث کی

[1] مجموع الفتاوى، الباز المعدلة: ۱/ ۲۵۱

بنیاد پر کسی عمل کو واجب یا مستحب بنانا جائز ہے اس لئے جو کوئی ایسی بات کرے وہ اجماع امت کا مخالف ہے۔''

اور فضائل میں بھی جن اہل علم نے ضعیف احادیث پر عمل کی بات کہی ہے انہوں نے علی الاطلاق یہ بات نہیں کہی ہے بلکہ اس کی کچھ شرطیں بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

❀ (۱) ضعیف حدیث صرف اعمال کے ''فضائل'' میں بیان کی جائے نہ کہ اعمال کی ''مشروعیت'' اور اس کے ثبوت میں۔ [1]

❀ (۲) ضعیف حدیث کا ضعف سخت وشدید نہ ہو۔ [2]

❀ (۳) ضعیف حدیث کا مضمون کسی آیت یا صحیح حدیث کے خلاف نہ ہو۔ [3]

❀ (۴) ضعیف حدیث کے مضمون کی دیگر عام آیات یا احادیث سے تائید ہوتی ہو۔ [4]

❀ (۵) ضعیف حدیث بیان کرتے وقت اس کے ثابت ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے۔ [5]

❀ (۶) ضعیف حدیث کو مشہور نہ کیا جائے تا کہ جاہل یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ عین یہی بات ثابت شدہ اور صحیح ہے۔ [6]

مزید تفصیل کے لئے دیکھیں: (تبیین العجب لابن حجر ص۲، القول البدیع للسخاوی: ص۲۵۵، فتح المغیث للسخاوی: ۱/۳۵۱، تدریب الراوی للسیوطی ص۱۹۶)

یہ شرائط ان اہل علم کی طرف سے ہیں جو فضائل اعمال میں ضعیف احادیث پر عمل کی

[1] تدریب الراوی (۱/ ۳۵۰)
[2] تبیین العجب لابن حجر ص۲، القول البدیع للسخاوی: ص۲۵۵
[3] تبیین العجب لابن حجر ص۲
[4] فتح المغیث للسخاوی: ۱/ ۳۵۱
[5] تبیین العجب لابن حجر ص۲
[6] تبیین العجب لابن حجر ص۲

گنجائش دیتے ہیں۔ان حضرات کا خیال ہے کہ ان شرائط کے ساتھ اگر ثابت شدہ اعمال کے فضائل میں ضعیف حدیث کو قبول کیا جائے تو اس سے اصل اعمال پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے جیسا کہ ماقبل میں ان کا موقف واضح کیا گیا ہے۔

لیکن یہ موقف بھی درست نہیں ہے کیونکہ گرچہ اس سے اصل اعمال پر کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن اعمال کی فضیلت شریعت کا حصہ ہے یعنی جب یہ فضیلت بیان کی جاتی ہے تو اس میں اللہ کے نبی ﷺ کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے۔اور بغیر ثبوت کے اللہ کے نبی ﷺ کی طرف کسی بات کی نسبت کرنا بہت بڑا گناہ ہے اس پر جہنم کی وعید ہے۔یہی وجہ ہے کہ سلف سے خلف تک اکثر اہل علم کا یہی موقف ہے کہ ضعیف حدیث پر علی الاطلاق عمل ناجائز ہے نہ اعمال میں اس کی گنجائش ہے نہ فضائل اعمال میں۔

یہی بات راجح ہے اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

❁ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل، قرآن کی روشنی میں:

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ﴾

کیا ان لوگوں نے ایسے (اللہ کے) شریک (مقرر کر رکھے) ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ کے فرمائے ہوئے نہیں ہیں۔[1]

اس آیت میں اللہ نے واضح کر دیا کہ شریعت بنانا صرف اللہ کا کام ہے اور کسی عمل کی فضیلت بتلانا یہ بھی شریعت کا حصہ ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) نے کہا:

”ولا فرق فی العمل بالحدیث فی الأحکام، أو فی الفضائل، إذ الکل

---

[1] ۴۲/الشوری ۲۱

شرع،،[1]

''حدیث پر عمل کرنے میں احکام اور فضائل کا کوئی فرق نہیں ہے کہ سب شریعت ہیں''

لہٰذا جب عمل کی فضیلت بھی شریعت کا حصہ ہے تو شریعت کی طرف کوئی بات بغیر ثبوت کے منسوب نہیں کی جاسکتی۔

❀ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل، احادیث کی روشنی میں:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۳) نے کہا:

''حدثنا أبو بكر بن أبی شيبة قال: حدثنا يحيی بن يعلی التيمی، عن محمد بن إسحاق، عن معبد بن كعب، عن أبی قتادة، قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول علی هذا المنبر: إياكم و كثرة الحديث عنی، فمن قال علی، فليقل حقا أو صدقا، و من تقول علی ما لم أقل، فليتبوأ مقعده من النار''[2]

''ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس منبر پر فرماتے سنا: تم مجھ سے زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے بچو، اگر کوئی میرے حوالے سے کوئی بات کہے تو وہ صحیح اور سچی بات ہی کہے، اور جو شخص گھڑ کر میری طرف ایسی بات منسوب کرے جو میں نے نہیں کہی تو وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے''

ملاحظہ فرمائیں کہ اس حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ آپ ﷺ کی طرف صرف سچی اور صحیح بات ہی منسوب کی جائے۔ اور کسی عمل کی کوئی فضیلت بیان کرنا اس فضیلت کو اللہ کے نبی ﷺ کی طرف منسوب کرنا ہے، اس لئے یہ نسبت تب تک

[1] تبيين العجب ص: ۲

[2] سنن ابن ماجه (۱/۱۴رقم۳۵) وإسناده حسن وهو فی المصنف لابن أبی شيبه (۸/ ۵۷۳) بهذا الطريق واللفظ ، وأخرجه أحمد فی مسنده (۵/۲۹۷)من طريق محمدبن عبيد به، وصرح ابن إسحاق عنده بالسماع ، وأخرجه جماعة بل تواترت الأخبار بمعناه و ببعض لفظه۔

نہیں کی جاسکتی جب تک کہ یہ بات صحیح و سچ ثابت نہ ہو اور ضعیف احادیث صحیح و سچ ثابت نہیں ہوتی ہیں اس لئے نہ تو ضعیف احادیث بیان کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس پر عمل کر سکتے ہیں۔

❁ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل، آثار صحابہ کی روشنی میں:

بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف اس وجہ سے احادیث بیان نہیں کرتے تھے کہ کہیں بھول سے کوئی غلط بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ ہو جائے چنانچہ:

امام بخاری صلی اللہ علیہ وسلم (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

"حدثنا أبو الوليد، قال: حدثنا شعبة، عن جامع بن شداد، عن عامر بن عبد الله بن الزبير، عن أبيه، قال :قلت للزبير: إني لا أسمعک تحدث عن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كما يحدث فلان وفلان؟ قال: أما إني لم أفارقه، ولكن سمعته يقول: من كذب على فليتبوأ مقعده من النار"[1]

"عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے والد یعنی زبیر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے کبھی آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نہیں سنیں۔ جیسا کہ فلاں، فلاں بیان کرتے ہیں، زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ تھلگ نہیں رہا لیکن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

"حدثنا أبو معمر، قال: حدثنا عبد الوارث، عن عبد العزيز، قال أنس: إنه ليمنعني أن أحدثكم حديثا كثيرا أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: من تعمد على كذبا، فليتبوأ مقعده من النار"[2]

[1] صحيح البخاري (۱/۳۳) رقم ۱۰۷
[2] صحيح البخاري (۱/۳۳) رقم ۱۰۸

''انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ مجھے بہت سی حدیثیں بیان کرنے سے یہ بات روکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔''

ملاحظہ فرمائیں کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضعیف تو درکنار صحیح احادیث اس ڈر سے بیان نہیں کرتے تھے کہ کہیں انجانے میں اس میں کوئی ایسی بات شامل نہ ہو جائے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا حصہ نہ ہو اور پھر جہنم کی وعید کا وبال سر پر آئے۔اور آج بعض حضرات کا حال یہ ہے کہ وہ صحیح نہیں بلکہ ضعیف احادیث اور وہ بھی عمدا اور جان بوجھ کر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس بات سے ذرا بھی نہیں ڈرتے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی غلط بات منسوب ہوئی تو اس کا انجام کیا ہوگا۔

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی ۲۶۱) نے کہا:

''حدثني أبو أيوب سليمان بن عبيد الله الغيلاني، حدثنا أبو عامر يعني العقدي، حدثنا رباح، عن قيس بن سعد، عن مجاهد، قال: جاء بشير العدوي إلى ابن عباس، فجعل يحدث، ويقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، فجعل ابن عباس لا يأذن لحديثه، ولا ينظر إليه، فقال: يا ابن عباس، مالي لا أراك تسمع لحديثي، أحدثك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا تسمع، فقال ابن عباس: إنا كنا مرة إذا سمعنا رجلا يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ابتدرته أبصارنا، وأصغينا إليه بآذاننا، فلما ركب الناس الصعب، والذلول، لم نأخذ من الناس إلا ما نعرف''[1]

''مجاہد سے روایت ہے بشیر بن کعب عدوی (تابعی) رحمہ اللہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور حدیث بیان کرنے لگے اور کہنے لگے کہ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے''،

[1] صحیح مسلم: ۱/ ۱۳

''رسول اللہ ﷺ سے یوں فرمایا ہے۔'' تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نہ یہ احادیث سنیں اور نہ ان کی طرف دیکھا۔ اس پر بشیر بن کعب نے کہا: ابن عباس رضی اللہ عنہما! آپ کو کیا ہوا جو میری بات نہیں سنتے؟ میں حدیث بیان کرتا ہوں رسول اللہ ﷺ سے اور آپ نہیں سنتے! سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک وہ وقت تھا جب ہم کسی شخص سے یہ سنتے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا تو اسی وقت اس طرف دیکھتے اور کان لگا دیتے۔ پھر جب لوگ بری اور اچھی راہ چلنے لگے (یعنی غلط روایتیں شروع ہو گئیں) تو ہم لوگوں نے سننا چھوڑ دیا مگر صرف وہی احادیث جن کو ہم پہچانتے ہیں (یعنی جو صحیح و ثابت ہوتی ہیں)''

اس واقعہ میں تابعی نے صرف ایک واسطہ چھوڑ کر اللہ کے نبی ﷺ کی احادیث بیان کی، ایسی احادیث کو بھی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے قابل سماعت نہیں سمجھا اور غیر معروف کا حکم لگا دیا اور آج حال یہ ہے کہ ایسی ضعیف احادیث بیان و عمل میں لائی جاتی ہیں جن میں صحابی و تابعی کے بعد بھی واسطے ساقط ہوتے یا غیر معتبر ہوتے ہیں۔

❁ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل، ائمہ و محدثین کی نظر میں:

متقدمین ائمہ حدیث میں کوئی بھی اس بات قائل نہیں ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ یہ قول بہت بعد میں متاخرین کی طرف سے آیا ہے لیکن متاخرین میں بھی سب نے اسے قبول نہیں کیا ہے بلکہ کئی ایک نے اس کی تردید کی ہے ذیل میں چند اہل علم کے حوالے پیش خدمت ہیں:

❁ امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) کے یہاں احادیث کی تحقیق کا جو معیار اور صحت کا جو التزام تھا اسے دیکھتے ہوئے کئی اہل علم نے صراحت کی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے یہاں ضعیف حدیث مطلقا قابل قبول نہیں ہے نہ اعمال میں نہ فضائل اعمال میں۔ [1]

[1] دیکھئے: قواعد التحدیث ص ۱۱۳

۞امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی ۲۶۱) محدثین کے منہج کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وإنما ألزموا أنفسهم الكشف عن معايب رواة الحديث، وناقلي الأخبار، وأفتوا بذلك حين سئلوا لما فيه من عظيم الخطر، إذ الأخبار في أمر الدين إنما تأتي بتحليل، أو تحريم، أو أمر، أو نهي، أو ترغيب، أو ترهيب'' [1]

''محدثین نے اپنے اوپر لازم کیا کہ رواۃ حدیث کے عیوب بیان کریں اور سوال کرنے پر انہوں نے یہ عیوب بیان کئے ہیں کیونکہ یہ بڑے خطرے والی بات تھی، وہ اس طرح کہ دین کے معاملے میں بیان کردہ احادیث میں کسی چیز کو حرام یا حلال کیا جاتا ہے، یا کسی چیز کا حکم ہوتا ہے یا کسی چیز سے ممانعت ہوتی ہے، یا کسی بات کی ترغیب دلائی جاتی ہے یا کسی بات سے خوف دلایا جاتا ہے۔''

امام ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وظاهر ما ذكره مسلم في مقدمة كتابه يقتضي أنه لا تروى أحاديث الترغيب والترهيب إلا عمن تروى عنه الأحكام'' [2]

''امام مسلم نے اپنی کتاب (صحیح مسلم) کے مقدمہ میں جو ذکر کیا ہے اس کا مفاد یہ ہے کہ ترغیب وترہیب (فضایل ووعید) کی احادیث بھی انہیں لوگوں سے لی جائیں گی جن سے احکام (اعمال) کی روایات لی جائیں گی''

---

[1] مقدمہ صحیح مسلم: ۱/ ۲۸

[2] شرح علل الترمذی لابن رجب، ت ھمام: ۱/ ۳۷۲

❁ امام ابوزرعۃ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۶۴)، امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۷) اور امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۷) بھی مرسل وضعیف احادیث سے مطلقاً حجت پکڑنے کے قائل نہیں، ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"سمعت أبی وأبا زرعة یقولان: لا یحتج بالمراسیل، ولا تقوم الحجة إلا بالأسانید الصحاح المتصلة وكذا أقول أنا" [1]

"میں نے اپنے والد اور ابوزرعہ (رحمۃ اللہ علیہما) کو کہتے ہوئے سنا کہ مراسیل سے دلیل نہیں لی جائے گی بلکہ صرف صحیح اور متصل احادیث ہی سے دلیل لی جائے گی۔ اور میرا بھی یہی ماننا ہے۔

❁ امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی ۳۵۴) فرماتے ہیں:

"ما روى الضعيف وما لم يرو فی الحكم سيان" [2]

"ضعیف راوی کا روایت کرنا اور روایت نہ کرنا حکم میں دونوں برابر ہے"

❁ قاضی ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ (المتوفی ۵۴۳) فرماتے ہیں:

"الحديث الضعيف لا يعمل به مطلقا" [3]

"ضعیف حدیث پر مطلقاً عمل نہیں کیا جائے گا (یعنی نہ اعمال میں نہ فضائل اعمال میں)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفی ۷۲۸) فرماتے ہیں:

"ولا يجوز أن يعتمد فی الشريعة على الأحاديث الضعيفة التی ليست صحيحة ولا حسنة" [4]

---

1. المراسیل لابن أبی حاتم ت الخضری: ص۷
2. المجروحین لابن حبان: ۱/۳۲۸
3. النکت علی مقدمة ابن الصلاح للزرکشی: ۲/۳۱۰، تدریب الراوی ۱/۳۵۱
4. قاعدة جليلة فی التوسل والوسيلة ص: ۱۲۳

''ضعیف احادیث جو نہ صحیح ہوں نہ حسن ہوں ان پر شریعت میں اعتماد کرنا جائز نہیں ہے''

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) فرماتے ہیں:

''ولا فرق فی العمل بالحدیث فی الأحکام، أو فی الفضائل، إذ الکل شرع'' [1]

''حدیث پر عمل کرنے میں احکام (اعمال) اور فضائل میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ سب شریعت کا حصہ ہیں۔''

❁ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۰۴) فرماتے ہیں:

''ویحرم التساهل فیه سواء کان فی الأحکام والقصص أو الترغیب والترهیب أو غیر ذلک'' [2]

''ضعیف حدیث میں تساہل برتنا حرام ہے خواہ احکام وقصص کا معاملہ ہو یا فضائل و وعید وغیرہ کا معاملہ ہو''

عصر حاضر کے محدثین میں علامہ معلّمی، علامہ احمد شاکر اور علامہ البانی رحمہم اللہ کا بھی یہی موقف ہے۔ [3]

بعض شبہات کا ازالہ:

○ اولا:

بعض محدثین نے ضعیف رواۃ کی احادیث کو لکھنے اور روایت کرنے کی جو اجازت دی ہے اس سے کچھ لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ ان محدثین نے ضعیف احادیث پر عمل کرنے اجازت

---

(1) تبیین العجب ص:۲

(2) الآثار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة ص:۲۱

(3) دیکھیں: الأنوار الکاشفة للمعلمی:ص۸۸،، الباعث الحثیث لأحمد شاکر:۷۶، صحیح الجامع الصغیر للألبانی:۱/۴۵

دے دی ہے علامہ معلّمی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۸۶) اس غلط فہمی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''معنى التساهل في عبارات الأئمة هو التساهل بالرواية، كان مِنَ الأئمة مَنْ إذا سمع الحديث لم يروه حتى يتبين له أنه صحيح أو قريب من الصحيح أو يوشك أن يصح إذا وجد ما يعضده، فإذا كان دون ذلك لم يروه البتة. ومنهم مَن إذا وجد الحديث غير شديد الضعف وليس فيه حكم ولا سنَّة، إنما هو في فضيلةِ عَمَلٍ متفق عليه، كالمحافظة على الصلوات في جماعة ونحو ذلك، لم يمتنع من روايته. فهذا هو المراد بالتساهل في عباراتهم. غير أنَّ بعضَ مَن جاء بعدهم فهِم منها التساهل فيما يرد في فضيلةٍ لأمر خاصّ قد ثبت شرعه في الجملة، كقيام ليلة معينة، فإنها داخلة في جملة ما ثبت مِنْ شَرْعِ قيام الليل. فبنى على هذا جواز أو استحباب العمل بالضعيف، وقد بَيَّن الشاطبيّ في ''الاعتصام'' خطأ هذا الفهم''[1]

''ائمہ حدیث کی عبارات میں (احادیث کے بارے میں) تساہل سے مراد ان احادیث کی روایت کرنے میں تساہل برتنا ہے۔ دراصل بعض ائمہ جب کوئی حدیث سنتے تھے تو تب تک اس کی روایت شروع نہیں کرتے تھے جب تک کہ ان کی نظر میں واضح نہیں ہو جاتا کہ وہ حدیث صحیح یا صحیح کے قریب ہے یا شواہد و متابعات کے ملنے پر اس کے صحیح ہونے کی امید ہے۔ لیکن اگر اس سے کم تر درجے کی حدیث ہوتی تو یہ ائمہ اسے سرے سے روایت ہی

[1] الأنوار الكاشفة للمعلمي ص۸۸، آثار الشيخ العلامة المعلمي اليماني:۱۲/۱۱۸

نہیں کرتے تھے۔ جبکہ ان کے برخلاف دیگر ائمہ جب ایسی حدیث پاتے جو شدید ضعیف نہ ہوتی اور اس میں کسی حکم اور سنت کا ذکر نہ ہوتا بلکہ اس میں ثابت شدہ اور متفق علیہ بات کی فضیلت ہوتی جیسے پنجوقتہ نمازوں کی باجماعت پابندی کی فضیلت وغیرہ تو یہ ائمہ اس طرح کی احادیث کو روایت کرنے سے نہیں رکتے تھے، اسی کو ان کے یہاں روایات میں تساہل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ لیکن بعد میں متاخرین میں سے کچھ لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ اس تساہل کا تعلق ان روایات سے ہے جو کسی خاص ایسے امر کی فضیلت میں وارد ہو جو عمومی طور پر ثابت ہو مثلاً کسی معین رات کا قیام کرنا کیونکہ عمومی طور پر راتوں کا قیام شرعا ثابت ہے۔ پھر اس غلط فہمی کی بنیاد پر یہ سمجھ لیا کہ ضعیف حدیث پر عمل جائز یا مستحب ہے، امام شاطبی رحمہ اللہ نے اعتصام میں (متاخرین کی) اس غلط فہمی کا رد کیا ہے''

○ثانیا:

امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ کی طرف یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ رائے اور قیاس کے مقابلے میں ضعیف حدیث پر عمل کرلیا جائے گا، لیکن امام احمد رحمہ اللہ سے صراحتا بسند صحیح ایسی کوئی بات نہیں مل سکی، امام ابن القیم رحمہ اللہ نے امام احمد کے بیٹے عبداللہ کے واسطے نقل کیا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے کہا:

''الحديث الضعيف أحب إلى من الرأى''

''ضعیف حدیث میرے نزدیک رائے سے زیادہ پسندیدہ ہے'' [1]

اس قول کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کے یہاں رائے وقیاس پر ضعیف حدیث مقدم تھی لیکن امام احمد رحمہ اللہ کا یہ قول خاص پس منظر میں ہے امام احمد رحمہ اللہ کی جو بات ان

[1] إعلام الموقعين ت مشهور: ٢/ ١٤٥

کے بیٹے عبداللہ کے بیان میں ہے وہ یوں ہے:

امام عبداللہ بن أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۹۰) نے کہا:

"سألت أبی عن الرجل یرید ان یسأل عن الشیء من امر دینه مما یبتلی به من الایمان فی الطلاق وغیره وفی مصر من أصحاب الرأی ومن أصحاب الحدیث لا یحفظون ولا یعرفون الحدیث الضعیف ولا الاسناد القوی فلمن یسأل لاصحاب الرأی او لهؤلاء اعنی اصحاب الحدیث علی ما قد کان من قلة معرفتهم قال یسأل اصحاب الحدیث لا یسأل اصحاب الرأی ضعیف الحدیث خیر من رأی ابی حنیفة"[1]

"امام احمد کے بیٹے عبداللہ بن احمد کہتے ہیں میں نے والد محترم امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے پوچھا کہ ایک آدمی دین کے سلسلے میں درپیش مسائل پوچھنا چاہتا ہے مثلاً طلاق کی قسم وغیرہ کا مسئلہ اور شہر میں اہل الرائے بھی ہیں اور ایسے اہل الحدیث بھی ہیں جنہیں احادیث صحیح سے یاد نہیں، انہیں ضعیف حدیث کا بھی علم نہیں، اور نہ ہی صحیح سند کا۔ دریں صورت سائل کس سے سوال کرے اہل الرائے سے؟ یا کم علم اہل حدیث سے؟ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ایسی صورت میں سائل اہل حدیث ہی سے مسئلہ پوچھے اہل الرائے سے ہرگز نہ پوچھے، کیونکہ ضعیف حدیث ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) کی رائے سے تو بہتر ہی ہے۔"

ملاحظہ فرمائیں کہ امام احمد رحمہ اللہ نے خاص پس منظر میں مذموم اور کمزور رائے کے سلسلے میں یہ بات کہی ہے وہ بھی بطور موازنہ کہی ہے یعنی مقصود صرف نسبتاً موازنہ ہے کہ رائے کی بنسبت ضعیف حدیث زیادہ بہتر ہے یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے موضوع حدیث اور سخت ضعیف حدیث کا آپس میں موازنہ کر کے کہا جائے کہ سخت ضعیف حدیث، موضوع حدیث سے بہتر ہے، اب اس کا یہ مطلب نکالنا غلط ہوگا کہ سخت ضعیف حدیث کو قابل قبول بتادیا گیا۔

---

[1] مسائل أحمد، روایة عبد الله، ت زهیر: ص۴۳۸ وإسناده صحیح

اس سلسلے میں امام احمد رحمہ اللہ کے جو دیگر اقوال پیش کئے جاتے ہیں وہ اُس قبیل سے ہیں جس کی وضاحت علامہ معلّمی رحمہ اللہ نے کی ہے جیسا کہ ماقبل میں نقل کیا گیا۔

○ ثالثاً:

صاف پانی کے بارے میں ایک صحیح حدیث ہے کہ " **الماء طهور لا ینجسه شیء** " یعنی پانی پاک ہے، اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ [1]

اسی سلسلے کی ایک حدیث میں یہ اضافہ ہے:

"**إن الماء لا ینجسه شیء إلا ما غلب علی ریحه وطعمه ولونه**" (پانی کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی مگر جو چیز اس کی بو، ذائقہ اور رنگ پر غالب آجائے)۔ [2]

اس اضافہ کے ساتھ یہ حدیث ضعیف ہے اس کے ضعیف ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے لیکن اس اضافہ میں جو بات ہے تمام فقہاء نے وہی بات کہی ہے۔ اس سے کچھ لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ بعض ضعیف احادیث کو قبول کیا جا سکتا ہے اور مثال میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ اسے ضعیف ہونے کے باوجود بھی اہل علم نے قبول کیا ہے۔

لیکن یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ جن اہل علم نے یہ بات کہی ہے وہ اس حدیث کی بنا پر نہیں کہی ہے بلکہ دیگر عمومی دلائل کی وجہ سے یہ بات کہی ہے مثلاً:

❀ امام شافعی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۴) رحمہ اللہ نے کہا:

"**وما قلت من أنه إذا تغیر طعم الماء أو ریحه أو لونه کان نجسا، یروی عن النبی ﷺ من وجه لا یثبت مثله أهل الحدیث، وهو قول العامة، لا أعلم بینهم فیه اختلافا، ومعقول أن الحرام إذا کان جزأ فی الماء لا یتمیز منه، کان الماء نجسا، وذلک أن الحرام إذا ماس الجسد فعلیه غسله، فإذا**

[1] سنن أبی داود: ۱/۱۷ رقم ٦٦ وإسناده حسن

[2] سنن ابن ماجه: ۱/۱۷٤ رقم ٥٢١ وإسناده ضعیف، أخطأ فیه رشدین وهو ضعیف۔

كان يجب عليه غسله بوجوده في الجسد لم يجز أن يكون موجودا في الماء ، فيكون الماء طهورا والحرام قائم موجود فيه"[1]

"اور یہ جو میں نے کہا کہ جب پانی کا ذائقہ، اس کا رنگ اور اس کی بو بدل جائے تو پانی ناپاک ہوگا تو اس سلسلے میں نبی ﷺ سے ایک حدیث بھی مروی ہے مگر اس کی سند ایسی ہے جس سے محدثین کے یہاں حدیث صحیح ثابت نہیں ہوتی ہے (یعنی یہ حدیث استدلال کے لائق نہیں ہے)۔ لیکن عام اہل علم کا یہی قول ہے، میں ان کے درمیان اس میں اختلاف نہیں جانتا۔ اور یہ بات عام فہم ہے کہ حرام چیز جب پانی کا حصہ بن جائے اور اس سے الگ ہی نہ ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حرام چیز جب جسم پر لگ جاتی ہے تو اس کا دھلنا ضروری ہوتا ہے، تو جب جسم پر حرام چیز کے پائے جانے سے اس کا دھلنا ضروری ہو جاتا ہے تو یہی حرام چیز پانی کے اندر موجود ہو تو پانی کیسے پاک رہ سکتا ہے جبکہ اس کے اندر حرام چیز موجود ہے"

غور کریں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ بیان کر کے صراحت کر دی کہ اس سلسلے میں ایک صریح حدیث بھی مروی ہے مگر وہ صحیح و ثابت نہیں ہے یعنی اس سے استدلال نہیں کیا جا سکتا، پھر اس حدیث کو نا قابل استدلال بتا کر امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے اس قول کی دلیل یہ پیش کی کہ پانی کا رنگ، ذائقہ اور بو بدل جانے کا مطلب اس میں حرام چیز کا شامل ہو جانا ہے، اور حرام چیز جب جسم پر لگ جائے تو اس بارے میں دلائل موجود ہیں کہ جسم سے اس حرام چیز کو صاف کرنا لازم ہے۔ لہٰذا اسی طرح جب پانی میں حرام چیز کی آمیزش ہو جائے اور وہ حرام چیز پانی سے الگ نہ ہو سکے تو پھر یہ پانی بھی حرام ہی ہوگا۔

❀ امام احمد رحمہ اللہ کے شاگرد حرب بن اسماعیل الکرمانی (المتوفی ۲۸۰) نے کہا:

"سئل أحمدُ -وأنا أسمعُ- عن الماء إذا تغيَّرَ طعمُه وريحُه؟ قال: لا

[1] اختلاف الحديث مطبوع ملحقا بالأم للشافعي: ٨/ ٦١٢

يتوضأ به ولا يشرب، و ليس فيه حديث، ولكن الله تعالى حرم الميتة، فإذا صارت الميتة فى الماء ، فتغير طعمه أوريحه فذلك طعم الميتة وريحها، فلا يحل، وقال :ذلك أمرٌ ظاهر،،[1]

''امام احمد رحمہ اللہ سے پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ جب پانی کا ذائقہ اور اس کی بو بدل جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو امام احمد رحمہ اللہ نے جواب دیا : ایسے پانی سے نہ وضوء کیا جائے گا نہ اسے پیا جائے گا، اس سلسلے میں کوئی (صریح وصحیح) حدیث نہیں ہے، لیکن اللہ نے مردار کو حرام قرار دیا ہے تو جب مردار پانی میں مل جائے اور اس پانی کا ذائقہ اور بول بدل جائے تو یہ ذائقہ اور بو مردار کا ہوگا لہٰذا یہ حلال نہ ہوگا امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا یہ بالکل ظاہر بات ہے''

غور کریں امام احمد رحمہ اللہ نے یہاں یہ بات قرآنی حکم سے استدلال کرتے ہوئے کہی ہے نہ کہ مذکورہ ضعیف حدیث کی بنیاد پر بلکہ یہاں امام احمد رحمہ اللہ نے تو صراحت بھی کردی کہ اس سلسلے میں کوئی حدیث نہیں ہے یعنی کوئی صریح حدیث بسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کے قول کی تشریح میں أبوبکر أحمد الخلال (المتوفی ۳۱۱) سے منقول ہے:

''إنما قال أحمد:ليس فيه حديث لأنَّ هذا الحديث يرويه سليمان بن عمر، ورشدين بن سعد، و كلاهما ضعيف،،[2]

''امام احمد رحمہ اللہ نے جو یہ کہا کہ اس سلسلے میں کوئی حدیث نہیں تو اس وجہ سے کیونکہ اس سلسلے کی حدیث کو سلیمان بن عمر اور رشدین بن سعد نے روایت کیا ہے اور دونوں ضعیف ہیں''

معلوم ہوا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث کی بنیاد پر یہ بات نہیں کہی بلکہ دیگر دلائل سے اس کے لئے استدلال کیا۔

---

[1] مسائل حرب الكرماني ت عامر ص: ۱۸۰،الجامع لعلوم الإمام أحمد ۱۲/۲۱

[2] الجامع لعلوم الإمام أحمد: ۱۵۲/۵

❀ امام ابن حزم رحمہ اللہ (المتوفی ۴۵۶ھ) نے کہا:

”وأما إذا تغير لون الحلال الطاهر–بما مازجه من نجس أو حرام–أو تغير طعمه بذلک، أو تغير ريحه بذلک، فإننا حينئذ لا نقدر على استعمال الحلال إلا باستعمال الحرام، واستعمال الحرام فى الأكل والشرب وفى الصلاة حرام كما قلنا، ولذلک وجب الامتناع منه“[1]

”جب حلال اور پاک پانی کا رنگ نجس اور حرام چیز کی آمیزش سے بدل جائے یا اس کا ذائقہ بدل جائے یا اس کی بو بدل جائے تو اس وقت ہم حرام کی آمیزش کے بغیر خالص حلال کا استعمال نہیں کر سکتے، اور کھانے پینے اور نماز میں حرام کا استعمال ممنوع ہے جیسا کہ ہم نے کہا ہے لہٰذا اس طرح کے پانی کے استعمال سے بچنا ضروری ہوگا۔“

یہاں امام ابن حزم رحمہ اللہ نے بھی یہ بات کہی کہ پانی کا رنگ، ذائقہ اور بو بدل جائے تو وہ ناپاک اور ناقابل استعمال ہے لیکن یہ بات کہنے کے لئے انہوں نے مذکورہ ضعیف حدیث کو بنیاد نہیں بنایا بلکہ یہ واضح کیا کہ پانی کا رنگ، ذائقہ اور بو حرام چیز کی آمیزش سے بدل جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ حرام چیز پورے پانی میں شامل ہوگئی ہے اور ایسی صورت میں اس پانی کا استعمال اس حرام چیز کا استعمال ثابت ہوگا اور کھانے پینے اور نماز کے لئے حرام چیز کا استعمال کئی دلائل سے ممنوع ہے۔

ان اقوال سے پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اس سلسلے میں اہل علم نے جو مسئلہ بیان کیا ہے انہوں نے اس کے لئے مذکورہ ضعیف حدیث سے استدلال نہیں کیا ہے بلکہ اس کے برعکس کئی اہل علم مثلاً امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ نے یہ صراحت کر دی ہے کہ اس مسئلہ میں ان کا استدلال اس ضعیف حدیث سے نہیں بلکہ دیگر دلائل سے ہے۔

---

[1] المحلى لابن حزم، ت بيروت: ۱/۱٤۳

اس لئے یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ فقہاء واہل علم نے مذکورہ ضعیف حدیث کی بنا پر یہ بات کہی ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس یہ ہے کہ فقہاء واہل علم کی اسی بات ہی کو لیکر کسی ضعیف راوی نے حدیث میں شامل کر دیا ہے اور پھر دوسرے کئی ضعیف رواۃ بھی اس حدیث میں یہ الفاظ شامل کرتے گئے۔

اور یہ کوئی واحد مثال نہیں ہے بلکہ حدیث کے طلاب بخوبی واقف ہیں کہ بہت سی احادیث میں ضعیف رواۃ نے وہم اور حافظے کی غلطی سے فقہاء واہل علم کے اقوال وفتاوی کو حدیث بنا ڈالا ہے یا کسی صحیح حدیث میں شامل کر ڈالا ہے۔

بعض رواۃ پر محدثین نے جرح ہی اسی وجہ سے کی ہے کہ وہ صحابہ یا تابعین کے فتاوی کو مرفوع حدیث بنا دیا کرتے تھے۔

یہی معاملہ مذکورہ ضعیف حدیث کا بھی ہے کہ اہل علم نے اس حدیث کی بنیاد پر فتوی نہیں دیا ہے بلکہ اہل علم کے فتوی ہی کو ضعیف رواۃ نے حدیث بنا ڈالا ہے۔

یہ چند شبہات تھے جن کا ازالہ ہم نے ضروری سمجھا تاکہ ضعیف حدیث پر عمل کے سلسلے میں صحیح موقف کے واضح ہونے میں کوئی تشنگی باقی نہ رہے۔اس پوری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ ضعیف حدیث پر کسی بھی مسئلہ میں عمل نہیں کیا جاسکتا ہے۔اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کا تو سلف وائمہ میں کوئی بھی قائل نہیں ہے اور فضائل اعمال میں بعض حضرات بعض شرطوں کے ساتھ قائل ہیں مگر یہ موقف بھی درست نہیں ہے قرآن وحدیث، اقوال صحابہ اور ائمہ سلف کی تصریحات سے اس کی پرزور تردید ہوتی ہے۔

لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ اعمال ہوں یا فضائل اعمال سب میں صرف صحیح وثابت احادیث ہی کو بنیاد بنایا جائے۔

قرآنی آیات کے جواب سے متعلق ثابت شدہ روایات

غیر نماز میں جواب

○عام آیات کا جواب:

امام ترمذی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۹) نے کہا:

”حدثنا محمود بن غيلان قال: حدثنا أبو أحمد قال: حدثنا سفيان، عن الأعمش، عن خيثمة، عن الحسن، عن عمران بن حصين، أنه مر على قارء يقرأ، ثم سأل فاسترجع، ثم قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من قرأ القرآن فليسأل الله به، فإنه سيجيء أقوام يقرء ون القرآن يسألون به الناس“

”عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک قاری کے پاس سے گذرے جو قرآن پڑھ رہا تھا۔ پھر اس نے ان سے کچھ مانگا (یعنی بھیک مانگی) تو عمران رضی اللہ عنہ نے (اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون) پڑھا پھر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے جو قرآن پڑھے تو اسے اللہ ہی سے مانگنا چاہیئے۔ کیونکہ عنقریب کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو قرآن پڑھ پڑھ کر لوگوں سے مانگیں گے۔“[1]

اس حدیث کی سنن ترمذی والی سند ضعیف ہے مگر اس کے بکثرت صحیح شواہد موجود ہیں مثلا دیکھئے: (مسند أحمد ط المیمنیۃ: ۳/ ۳۵۷ و إسنادہ حسن)۔ لہذا یہ حدیث حسن ہے۔

اس حدیث میں صراحتا قرآنی آیات کا جواب دینے کی بات تو نہیں ہے لیکن اس میں بوقت تلاوت اللہ سے جو مانگنے کا حکم ہے اس کی تشریح بعض اہل علم نے آیات کے جواب

[1] سنن الترمذي ت شاكر: ٥/ ١٧٩ رقم ٢٩١٧ والحديث حسن بالشواهد وحسنه الألباني

دینے سے کی ہے۔علامہ مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''أو المراد أنه إذا مر بآية رحمة فليسألها من الله تعالى أو بآية عقوبة فيتعوذ إليه بها منها''[1]

''یا اس سے یہ مراد ہے کہ قاری جب رحمت کی آیات پڑھے تو اللہ سے اس کا سوال کرے اور جب عقاب کی آیات پڑھے تو اس سے اللہ کی پناہ طلب کرے''

○خاص آیات کا جواب:

❁سورہ الرحمٰن (۵۵) کی آیات ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ کے جواب سے متعلق مرفوع روایت:

امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ (المتوفی ۳۱۰) نے کہا:

''حدثنا محمد بن عباد بن موسى، وعمرو بن مالك النضرى قالا: ثنا يحيى بن سليمان الطائفى، عن إسماعيل بن أمية، عن نافع، عن ابن عمر قال: إن رسول الله ﷺ قرأ سورة الرحمن، أو قرئت عنده، فقال: ما لى أسمع الجن أحسن جوابا لربها منكم؟ قالوا: ماذا يا رسول الله؟ قال: ما أتيت على قول الله: ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ؟﴾ إلا قالت الجن: "لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعْمَةِ رَبِّنَا نُكَذِّبُ''[2]

''ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کی یا آپ کے سامنے کسی اور نے تلاوت کی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا بات ہے کہ میں جنوں کو پاتا

[1] تحفة الأحوذى: ١٨٩/٨

[2] تفسير الطبرى، ط هجر (١٩٠/٢٢)، وإسناده حسن، وله شاهد عن جابر رضی اللہ عنہ أخرجه الترمذى برقم (٣٢٩١) وإسناده ضعيف لعنعنة الوليد بن مسلم فى بعض طبقات السند، ولفظه **"لا بشيء من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد"**

ہوں کہ وہ اپنے رب کا جواب تم سے بہتر دیتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیسے اے اللہ کے رسول؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب جب میں نے اللہ کا قول ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ (پس (اے انسانو اور جنو!) تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟) پر پہنچا تو جن کہتے: "لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعْمَةِ رَبِّنَا نُكَذِّبُ" (ہم اپنے رب کی کسی نعمت کا بھی انکار نہیں کرتے)"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خاص سورہ رحمٰن کی آیت ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ سننے والے "لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعْمَةِ رَبِّنَا نُكَذِّبُ" کہہ کر جواب دے سکتے ہیں لیکن یاد رہے کہ یہ معاملہ نماز کے باہر کا ہے لہٰذا نماز کے اندر اس پر عمل کرنے کے لئے یہ حدیث دلیل نہیں بن سکتی۔

❁ سورۃ الحدید (۵۷) کی آیت نمبر (۱۶) ﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا...﴾ کے جواب سے متعلق موقوف روایت:

امام ابن أبي الدنیا رحمہ اللہ (المتوفی ۲۸۱) نے کہا:

"حدثنى الحسن بن الصباح، قال: حدثنا أبو أسامة، عن عثمان بن واقد، عن نافع، عن ابن عمر، أنه: كان إذا أتى على هذه الآية ﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ﴾ (۵۷/الحديد۶) بكى حتى يبل لحيته البكاء، ويقول: "بلى يا رب" [1]

"ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ جب اس آیت ﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ

[1] الرقة والبكاء لابن أبى الدنيا ص(۸۲) وإسناده حسن، وأخرجه الشجرى فى الأمالى (۳۴۷/۲) من طريق الحسن بن الصباح به، وأخرجه أيضا أبونعيم فى معرفة الصحابة (۱۷۱۰/۳) من طريق الحسن بن حماد عن أبى أسامه به بعضه، وعزاه السيوطى إلى ابن المنذر بلفظ: "بلَى يَا رب بلَى يَا رب"، وانظر: الدر المنثور: ۵۹/۸۔

تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (کیا اب تک ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے نرم ہو جائیں؟) پر پہنچتے تو روتے یہاں تک کہ آنسوان کی داڑھی کو تر کر دیتے اور وہ کہتے: ''بَلٰی یَا رَبِّ'' (کیوں نہیں اے رب)''

❀ سورۃ القیامۃ (۷۵) کی آیت نمبر (۴۰) ﴿أَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ اور سورۃ الأعلیٰ (۸۷) پہلی آیت ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ کے جواب سے متعلق موقوف روایت:

ابن الضریس الرازی (المتوفی ۲۹۴) نے کہا:

''**أخبرنا عمرو بن مرزوق، قال: أخبرنا شعبة، عن أبي إسحاق، قال: سمعت سعيد بن جبير، عن ابن عباس، أنه قال: إذا قرأت:** ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (۸۷/الأعلى: ۱) **وإذا قرأت:** ﴿أَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ (۷۵/القيامة ۴۰) **فقل: "سبحانك، وبلى"**''[1]

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب تم ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (۸۷/الأعلى: ۱) (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھو تو کہو: ''سُبْحَانَكَ'' (اللہ تو پاک ہے) اور جب ﴿أَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ (۷۵/القيامة ۴۰) (کیا وہ (اللہ) اس پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کردے) پڑھو تو کہو: ''وَبَلٰی'' (کیوں نہیں)''

---

[1] فضائل القرآن لابن الضريس: (ص ۳۱) وإسناده صحيح، وأخرجه أيضا البيهقي في شعب الإيمان (۳/ ۴۴۰) من طريق عاصم بن علي، ولفظه: إذا قرأ أحدكم...... **"اللهم فبلى أو اللهم سبحان ربي، فبلى"**، وكذا أخرجه المستغفري في فضائل القرآن (۱/ ۱۷۳) من طريق يحيى ولفظه: إذا قرأت...... **"سبحانك اللهم فبلى"**، كلاهما (عاصم ويحيى) من طريق شعبه۔ وأخرجه المستغفري في فضائل القرآن (۱/ ۱۷۳) من طريق سلام أبي الأحوص، كلاهما (شعبه وسلام أبو الأحوص) عن أبي إسحاق به۔

نماز میں جواب

نفل نماز میں جواب

○عام آیات کا جواب

امام مسلم رحمہ اللہ (المتوفی ۲۶۱) نے کہا:

”حدثنا أبو بكر بن أبی شيبة، حدثنا عبد الله بن نمير، وأبو معاوية، ح وحدثنا زهير بن حرب، وإسحاق بن إبراهيم، جميعا عن جرير، كلهم عن الأعمش، ح وحدثنا ابن نمير، واللفظ له، حدثنا أبی، حدثنا الأعمش، عن سعد بن عبيدة، عن المستورد بن الأحنف، عن صلة بن زفر، عن حذيفة، قال :صليت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات ليلة، فافتتح البقرة، فقلت:يركع عند المائة، ثم مضى، فقلت :يصلی بها فی ركعة، فمضى، فقلت:يركع بها، ثم افتتح النساء ، فقرأها، ثم افتتح آل عمران، فقرأها، يقرأ مترسلا، إذا مر بآية فيها تسبيح سبح، وإذا مر بسؤال سأل، وإذا مر بتعوذ تعوذ......الحديث“[1]

”سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ شروع کی اور میں نے دل میں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شاید سو آیتوں پر رکوع کریں گے پھر آپ آگے بڑھ گئے۔ پھر میں نے خیال کیا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوگانہ میں پوری سورت پڑھیں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے۔ پھر میں نے خیال کیا کہ آپ صلی صلی اللہ علیہ وسلم پوری سورت پر رکوع کریں گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نساء شروع کر دی اور اس کو بھی تمام پڑھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ آل عمران شروع کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر

[1] صحیح مسلم: ۲/ ۵۳۶ رقم ۷۷۲

پڑھتے تھے اور جب گزرتے تھے ایسی آیت پر جس میں تسبیح ہوتی ،تو آپ ﷺ سبحان اللہ! کہتے ، اور جب دعا والی آیت سے گذرتے تو دعا کرتے اور جب پناہ والی آیت سے گذرتے تو اللہ کی پناہ طلب کرتے''

اس حدیث سے نفل نمازوں میں تسبیح ، دعا اور تعوذ والی آیات کا جواب دینا ثابت ہے لہٰذا نفل نمازوں میں یہ سنت ہے۔لیکن اس پر فرض نمازوں کو قیاس نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ فرض نمازوں میں بھی یہ مسنون ہوتا تو اللہ کے نبی ﷺ سے یہ بھی منقول ہوتا لیکن ایسا نہیں ہے۔

بعض حضرات کا یہاں یہ اصول پیش کرنا درست نہیں ہے کہ جو چیز نفل میں ثابت ہے وہ فرض میں بھی جائز ہے کیونکہ یہ معاملہ ایسا ہے کہ اگر اللہ کے نبی ﷺ نے فرض میں بھی اس پر عمل کیا ہوتا تو بہت سے صحابہ کے علم میں یہ بات آتی اور کئی ایک صحابہ اسے نقل فرماتے ۔ کیونکہ صحابہ فرض نماز میں اللہ کے نبی ﷺ کی معمولی سی معمولی باتوں کو بھی نقل فرماتے تھے حتی کی سری نمازوں میں کبھی کبھار آپ ﷺ نے کسی آیت کو تعلیما جہر سے پڑھا تو اسے بھی صحابہ نے نقل کیا۔اس اہتمام کے باوجود بھی کسی صحابی نے یہ نقل نہیں کیا کہ آپ ﷺ نے فرض نمازوں میں بھی تسبیح و دعا و تعوذ کی آیات کا جواب دیا ہے اس کا مطلب صاف ہے کہ آپ ﷺ نے فرض نمازوں میں یہ عمل نہیں کیا ہے لہٰذا آپ ﷺ کی اتباع میں فرض میں یہ عمل نہیں کیا جائے گا۔

علامہ البانی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''هذا إنما ورد فى صلاة الليل كما فى حديث حذيفة المذكور فى الكتاب بعد قليل فمقتضى الاتباع الصحيح الوقوف عند الوارد وعدم التوسع فيه بالقياس والرأى فإنه لو كان ذلك مشروعا فى الفرائض أيضا لفعله ﷺ ولو

فعله لنقل بل لكان نقله أولى من نفل ذلك فى النوافل كما لا يخفى،،[1]

’’یہ (تسبیح ، دعاء اور تعوذ والی آیات کا جواب دینا) رات کی نفل نماز میں ثابت ہے جیسا کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے لہٰذا صحیح اتباع کا تقاضا یہ ہے کہ جو بات جیسی ثابت ہے اس پر ویسے ہی عمل کیا جائے اور قیاس ورائے سے اس میں وسعت نہ دی جائے ۔ کیونکہ اگر فرض نمازوں میں بھی یہ چیز مشروع ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس پر عمل کرتے اور صحابہ اسے نقل فرماتے بلکہ نفل نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کی بنسبت فرض نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو صحابہ بدرجہ اولی نقل کرتے جیسا کہ ظاہر ہے‘‘

○خاص آیات کا جواب

❀ سورۃ الطّور (۵۲) کی آیت نمبر (۲۷) ﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ﴾ کے جواب سے متعلق موقوف روایت:

☆ امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۵۸) نے کہا:

’’أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، أخبرنا أبو بكر أحمد بن إسحاق الفقيه، أخبرنا محمد بن غالب، حدثنا عمرو بن مرزوق، أخبرنا شعبة، عن الأعمش، ح قال: وحدثنا محمد بن بشار، حدثنا ابن أبى عدى، عن سعيد، عن سليمان، عن أبى الضحى، عن مسروق، عن عائشة رضى الله عنها أنها

[1] تمام المنة ص:۱۸۵

كانت إذا قرأت ﴿فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ﴾ (٥٢/الطور:٧) **قالت: ”اللهُمَّ مُنَّ عَلَيَّ وَقِنِي عَذَابَ السَّمُومِ“**[1]

”اماں عائشہ رضی اللہ عنہا جب (نفل نماز میں جیسا کہ ابونعیم کی روایت ہے) **﴿فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ﴾** (٥٢/الطور:٧) (پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہمیں تیز وتند گرم ہواؤں کے عذاب سے بچالیا) پڑھتیں تو کہتیں: **”اللهُمَّ مُنَّ عَلَيَّ وَقِنِي عَذَابَ السَّمُومِ“** (اے اللہ مجھ پر کرم فرما اور مجھے تیز وتند گرم ہواؤں کے عذاب سے بچالے)“

☆ امام ابن أبي شيبة رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۵) نے کہا:

”حدثنا عبدة، عن هشام بن عروة، عن عبد الوهاب، عن جده عباد بن حمزة، قال: دخلت على أسماء وهي تقرأ: ﴿فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ﴾ (٥٢/الطور:٧) **قال: فوقفت عليها، فجعلت تستعيذ وتدعو. قال عباد: فذهبت إلى السوق، فقضيت حاجتي، ثم رجعت، وهي فيها بعد**

[1] شعب الإيمان(٣/٤٣٦)وإسناده صحيح،عنعنة الأعمش مقبولة إذا روى شعبة عنه وأخرجه ابن أبي الدنيا في الرقة والبكاء ص:(٩٢) من طريق شيبان عن الأعمش به ـ و أخرجه ابن أبي شيبه(٢/٢٥)وابن أبي حاتم في تفسيره(١٠/٣٣١٦)من طريق وكيع عن الأعمش به ولفظهما:”**اللهم من علينا، وقنا عذاب السموم، إنك أنت البر الرحيم**“ ـ و أخرجه أحمد في الزهد(١/٣٠٣) فقال:حدثنا عبد الرحمن بن مهدي، عن سفيان، عن الأعمش، عن أبي الضحى قال:حدثني من سمع عائشة نحوه، ومن طريق أحمد أخرجه كذا أبونعيم في حلية الأولياء(٢/٤٨) وعنده **”تقرأ في الصلاة“**

تستعیذ وتدعو"[1]

"عباد بن حمزہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس آیا تو وہ ﴿**فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ**﴾ (۵۲/الطور:۷) (پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہمیں تیز وتند گرم ہواؤں کے عذاب سے بچا لیا) کی تلاوت کر رہی تھیں، کہتے ہیں پھر میں کھڑا ہو گیا تو وہ استعاذہ ودعا کرنے لگیں، عباد بن حمزہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ پھر میں بازار چلا گیا اور اپنا کام کر کے واپس آیا تو اسماء رضی اللہ عنہا اسی طرح استعاذہ و دعا کر رہی تھیں (امام احمد کی روایت میں کہ وہ نماز کی حالت میں تھیں یعنی نفل نماز)"

❀ سورۃ الأعلیٰ (۸۷) کی پہلی آیت ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ کے جواب سے متعلق موقوف روایات:

☆ امام عبد الرزاق رحمہ اللہ (المتوفی ۲۱۱) نے کہا:

"عن الثوری، عن السدی، عن عبد خیر الهمدانی قال: سمعت علیا، قرأ فی صلاة: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (۸۷/الأعلى:۱)، **فقال: "سُبْحَانَ رَبِّيَ**

[1] مصنف ابن أبی شیبة، سلفیة (۲/ ۲۱۱) و إسناده حسن، "عبدالوهاب بن یحیی بن عباد" وثقه ابن حبان وحسن له الترمذی، وأخرجه أیضا أبوعبید فی فضائل القرآن ص:(۱۴۷)بسند ضعیف من طریق عبد الوهاب بن یحیی بن حمزة عن أبیه عن جده به۔ فزاد "عن أبیه"، وفی لفظه : **"وهی فی الصلاة"**، وأخرجه ابن عساکر فی تاریخه (۶۹/ ۲۰)من طریق هشام بن عروه وفی إسناده لون آخر وهو ضعیف وفی لفظه أیضا : **"وهی تصلی"**، وأخرجه أیضا أحمد من طریق ابن نمیر عن هشام بن عروه عن أبیه ،قال: **" دخلت علی أسماء وهی تصلی......"**فذکره ، کما فی حلیة الأولیاء (۲/۵۵)و تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین(۲/۷۰۶)، وإسناده صحیح أیضا وقال صاحب تخریج الإحیاء:یحتمل أن یکون لهشام فیه طریقان ، انظر:تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین ۲/۷۰۶۔

الْأَعْلَى". "[1]

"عبد خیر الہمدانی کہتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو ایک نماز کے اندر پڑھتے ہوئے سنا کہ انہوں نے جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (۸۷/الأعلى: ۱) (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھا تو کہا "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے) "

☆ امام ابن أبي شيبة رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۵) نے کہا:

"حدثنا عبدة، عن هشام، قال: سمعت ابن الزبير يقرأ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ فقال: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" "وهو في الصلاة"[2]

"ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو پڑھتے ہوئے سنا، انہوں نے جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھا تو کہا "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے) ایسا انہوں نے نماز کے اندر کیا"

[1] مصنف عبد الرزاق الصنعانی (۲/ ۴۵۱) وإسناده حسن، وأخرجه ابن أبي شيبه(۲/ ۵۰۸)، والآجری فی الشريعة(۳/ ۱۰۹۷)من طريق هارون بن إسحاق ـ والبيهقی فی سننه(۲/ ۳۱۱)من طريق أحمد بن عبد الجبار ـ ثلاثتهم (ابن أبي شيبه وهارون وأحمدبن عبدالجبار)من طريق وكيع ـ وأخرجه أيضا الشافعی فی الأم(۷/ ۱۷۵)وأبوعبيد فی فضائل القرآن ص(۱۵۳)والطبری فی تفسيره(۲۴/ ۳۰۹)من طريق ابن بشار ـ ثلاثتهم (الشافعی وأبوعبيد وابن بشار) من طريق ابن مهدی ـ كلاهما (وكيع وابن مهدی)عن الثوری به ـ وأخرجه أيضا عبد بن حميد كما فی فضائل القرآن للمستغفری (۱/ ۱۷۸) بإسناده من طريق المسيب بن عبد خير عن أبيه به وهذا إسناد حسن أيضا ـ

[2] مصنف ابن أبي شيبة، سلفية (۲/ ۵۰۹) وإسناده صحيح، وأخرجه ابن أبي شيبه(۲/ ۵۰۹) والآجری فی الشريعة(۳/ ۱۰۹۹)من طريق هارون بن إسحاق، و المستغفری فی فضائل القرآن(۱/ ۱۷۸)من طريق يوسف، ثلاثتهم (ابن أبي شيبه و هارون و يوسف)من طريق وكيع عن هشام به ـ

☆امام سعید بن منصور رحمہ اللہ (المتوفی ۲۲۷) نے کہا:

”نا هُشيم، حدثنا أبو بشر، عن سَعِيد بن جُبير، قال: سمعتُ ابن عمر يقرأ: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَى﴾: ” سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“،“[1]

”سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو پڑھتے ہوئے سنا، انہوں نے جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَى﴾ (۸۷/الأعلى: ۱) (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھا تو کہا: ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“ (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے)“

نوٹ:-اس سلسلے کے بعض آثار ضعیف ہیں جن کی وضاحت آگے ضعیف روایات کے بیان میں آرہی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مؤخر الذکر آثار میں فرض نماز کی صراحت نہیں ہے اور یہ ذکر ہے کہ یہ صحابہ نماز میں سورہ اعلی کی قرات کرتے ہوئے پہلی آیت کے جواب میں تسبیح پڑھتے تھے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نفل نمازوں میں منفرد کی حیثیت سے ان صحابہ نے سورہ اعلی کی قرأت کی اور پہلی آیت کے جواب میں تسبیح پڑھی۔ اور اس مسئلہ میں نفل نمازوں پر فرض نمازوں کو قیاس نہیں کرسکتے جیسا کہ گذشتہ سطور میں مرفوع روایت پر بات کرتے ہوئے وضاحت کی جاچکی ہے۔

---

[1] سنن سعيد بن منصور (التكملة) (۳۱۹/۸) و إسناده صحيح وأخرجه أبوعبيد فى فضائل القرآن ص(۱۵٤)وأخرجه الطبرى فى تفسيره(۳۰۹/۲٤)من طريق يعقوب بن إبراهيم، والحاكم فى المستدرك (٥٦٧/۲)من طريق يعقوب بن إبراهيم،وشريح بن يونس، وأخرجه الآجرى فى الشريعة (۱۰۹۷/۳) من طريق زياد بن أيوب، وأخرجه عبد بن حميد كمافى فضائل القرآن للمستغفرى(۱۸۰/۱) من طريق حجاج بن منهال، كلهم (سعيد بن منصور ويعقوب وشريح وزياد بن أيوب و حجاج بن منهال) من طريق هشيم به۔

فرض نماز میں جواب

فرض نمازوں میں صرف اور صرف سورہ فاتحہ کے اختتام پر امام ومقتدی کا آمین کہنا ثابت ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

”حدثنا عبد الله بن يوسف، قال: أخبرنا مالك، عن ابن شهاب، عن سعيد بن المسيب، وأبي سلمة بن عبد الرحمن، أنهما أخبراه، عن أبي هريرة: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا أمن الإمام، فأمنوا، فإنه من وافق تأمينه تأمين الملائكة غفر له ما تقدم من ذنبه“[1]

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ کیونکہ جس کی آمین ملائکہ کے آمین کے ساتھ ہوگئی اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔“

اس کے علاوہ فرض نمازوں میں امام یا مقتدی کے لئے کسی اور آیت کا جواب دینا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت نہیں ہے۔لہٰذا ایسا کرنا غیر مسنون ہے۔

فرض نماز میں سورہ اعلی کی پہلی آیت کا جواب اور ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ کا اثر

صحابہ میں صرف ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ سے متعلق صراحت کے ساتھ یہ بات ملتی ہے کہ انہوں نے جمعہ کی نماز میں جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَى﴾ پڑھا تو کہا ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“ چنانچہ:

امام ابن أبی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۵) نے کہا:

”حدثنا عبدة بن سليمان، عن مسعر، عن عمير بن سعيد، قال: صليت

[1] صحيح البخاري (۱/۵٦) رقم ۷۸۰

مع أبی موسی الجمعة، فقرأ: بـ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَی﴾، فقال: ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْأَعْلَی'' وهو فی الصلاة''،[1]

''عمیر بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی تو انہوں نے جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَی﴾ (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھا تو کہا ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْأَعْلَی'' (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے) ایسا انہوں نے نماز کے اندر کیا

اس اثر سے متعلق سب سے پہلے یہ بات یاد رہنی چاہیے کہ ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ نے خود قرأت کرنے کے بعد سورہ اعلی کی پہلی آیت کا جواب دیا تھا یعنی امام کی صورت میں آپ نے اس پر عمل کیا تھا لہٰذا اس اثر میں مقتدی حضرات کے لئے دور دور تک کوئی دلیل نہیں ہے۔

رہا امام اور منفرد کی صورت میں اس پر عمل کرنا تو زیادہ سے زیادہ اسے کبھی کبھار کے لئے جائز قرار دیا جا سکتا لیکن اسے مؤکد عمل اور سنت راتبہ کی حیثیت نہیں دی جا سکتی کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرض میں ایسا کچھ ثابت نہیں ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس سلسلے کی ابوداؤد اور بیہقی کی ایک مرفوع روایت جو عام تھی اور ان کی تحقیق میں صحیح تھی اس کی بنیاد پر لکھا کہ:

''ابوداؤد والبیهقی بسند صحیح ،وهو مطلق، فیشمل

---

[1] مصنف ابن أبی شیبة، ت الحوت (۲۴۷/۲)وإسناده صحیح وأخرجه البیهقی فی سننه(۳۱۱/۲)والمستغفری فی فضائل القرآن (۱۷۸/۱) من طریق وکیع، وأخرجه عبدالرزاق فی مصنفه(۴۵۱/۲)من طریق الثوری ، کلاهما(وکیع والثوری) عن مسعربه، وأخرجه أیضا أبوعبید فی فضائل القرآن ص:(۱۵۴)وسعیدبن منصور فی سننه (۳۲۱/۸)من طریق حجاج عن عمیر به۔

القراء ة فی الصلاة وخارجها، والنافلة والفریضة.وقد روی ابن أبی شیبة (٢/٢/١٣٢) عن أبی موسی الأشعری والمغیرة:أنهما کانایقولان ذلک فی الفریضة.ورواہ عن عمر وعلی إطلاقاً،، [1]

''اسے ابوداؤد اور بیہقی نے بسند صحیح روایت کیا ہے اور یہ مطلق ہے لہٰذا نماز کے اندر اور باہر اسی طرح نفل اور فرض سب نماز کو شامل ہے اور ابن ابی شیبہ نے ابوموسی الاشعری اور مغیرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ حضرات اسے فرض نماز میں پڑھتے تھے اور عمر وعلی رضی اللہ عنہما سے مطلق طور پر روایت کیا ہے''

عرض ہے کہ یہ مرفوع روایت جو اطلاق کے ساتھ مروی ہے یہ ضعیف ہے جیسا کہ ضعیف روایات کے بیان میں اس کی مفصل تحقیق آرہی ہے [2] لہٰذا اس روایت کی بنیاد پر قائم علامہ البانی رحمہ اللہ کا یہ موقف بھی درست نہیں ہے۔رہی بات ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کے اثر کی تو چونکہ اس کی تائید میں مروی مرفوع روایت ضعیف ہے لہٰذا یہ بھی مسنونیت کی دلیل نہیں بن سکتی۔

اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کے جس اثر کو ابن ابی شیبہ کی طرف منسوب کیا ہے تو یہ علامہ البانی رحمہ اللہ کا وہم ہے مصنف ابن ابی شیبہ میں مغیرہ رضی اللہ عنہ کا ایسا کوئی عمل سرے منقول ہی نہیں ہے۔البتہ عروۃ بن المغیرۃ الکوفی تابعی رحمہ اللہ کا ایسا عمل منقول ہے۔ [3]

غالباً انہیں کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سمجھ لیا واللہ اعلم۔

---

[1] صفة صلاة النبی ﷺ: ص ٩٢،أصل صفة صلاة النبی ﷺ:١/٤١٠

[2] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ(١٠٦-١١۴)

[3] دیکھئے: مصنف ابن أبی شیبة، إشبیلیا:٥/٣٩٥

اور رہی عمر رضی اللہ عنہ سے مطلق روایت تو یہ منقطع وضعیف ہے جیسا کہ کہ ضعیف روایات کے بیان میں اس کی تفصیل آ رہی ہے۔ [1]

اور رہا علی رضی اللہ عنہ کا اثر تو ماقبل میں وضاحت ہوچکی ہے [2] کہ اس کا نفل نماز سے متعلق ہونا ہی قرین صواب ہے۔

واضح رہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے یہاں صرف امام کے بارے میں اس عمل کی مشروعیت کی بات کہی ہے لیکن مقتدی کے لئے اس عمل کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی مشروع قرار نہیں دیا ہے جیسا کہ آگے مقتدی کی بحث میں ان کے الفاظ آ رہے ہیں۔ [3]

الغرض فرض نماز میں قرآنی آیات کے جواب سے متعلق اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آمین کے علاوہ کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔اور صحابہ کرام میں صرف اور صرف ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ سے امام کی صورت میں سورہ اعلی کی پہلی آیت کا جواب ثابت ہے جس سے زیادہ سے زیادہ فرض نماز میں امام کے لئے کبھی کبھار اس کے جواز کی گنجائش نکلتی ہے لیکن اسے سنت قرار دینے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

---

[1] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۱۱۷-۱۱۸)

[2] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۳۷-۳۹)

[3] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۴۴-۴۵)

نماز میں مقتدی کے لئے قرآنی آیات کا جواب دینے کا حکم

سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنے کے علاوہ مقتدی کے لئے نماز میں کسی آیت کا جواب دینا کسی بھی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ ماقبل میں مذکور ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ کے اثر میں بھی صرف امام کی حیثیت سے سورہ اعلی کی پہلی آیت کے جواب کی بات ہے۔

مقتدی کے لئے آمین کے علاوہ دیگر آیات کا جواب دینا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام یا تابعین عظام سے ثابت نہیں ہے۔ لہذا آج جن مساجد میں مقتدی حضرات بھی قرآن کی عام آیات کا جواب دیتے ہیں وہ سنت کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک نئی ایجاد کردہ بات پر عمل کرتے ہیں جس کی تائید میں صحیح تو درکنار کوئی ضعیف حتی کہ موضوع اور من گھڑت روایت بھی نہیں ہے۔ لہذا ایسے عمل سے اجتناب ضروری ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ جنہوں نے ایک ضعیف مرفوع روایت کی بنا پر فرض نماز میں بھی بعض خاص آیات کے جواب کو مشروع قرار دیا ہے انہوں نے بھی مقتدی حضرات کو اس سے مستثنی کیا ہے، علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قلت: الظاهر استحباب ذلك لكل مصلٍّ إلا للمؤتم، فإنه إذا قال: ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“؛ انشغل بذلك عن الإنصات المأمور به في قوله تعالى: ﴿وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾“[1]

”میں (علامہ البانی) کہتا ہوں: بظاہر یہ عمل ہر نمازی کے لئے مستحب ہے سوائے مقتدی کے کیونکہ مقتدی اگر ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“ کہے گا تو

[1] أصل صفة صلاة النبي صلى الله عليه وسلم: ١/٤٠٨

وہ انصات (خاموشی اختیار کرنے) پر عمل نہیں کر سکے گا جس کا حکم اللہ نے اپنے اس قول میں دیا ہے: اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو (۷/ الأعراف ۲۰۴)''

عرض ہے کہ مقتدی کو تو خود علامہ البانی رحمہ اللہ نے مستثنی کر دیا ہے رہا امام کا مسئلہ تو اس تعلق سے علامہ البانی رحمہ اللہ کی مستدل مرفوع حدیث ضعیف ہے جیسا کہ آگے تفصیلی تحقیق آ رہی ہے۔[1]

حیرت ہے کہ امام تک کے لئے اس عمل کے مسنون ہونے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور بعض لوگ مقتدی حضرات کو بھی اس عمل کی دعوت دیتے ہیں اور اس کے لئے عجیب وغریب شبہات پیش کرتے ہیں، ذیل میں ان شبہات کا ازالہ پیش خدمت ہے:

پہلا شبہ:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مقتدی کے لئے جواب دینے کی ممانعت ثابت نہیں ہے اس لئے وہ بھی اس پر عمل کر سکتے ہیں۔

ازالہ:

عرض ہے کہ عبادات میں اصل ممانعت ہی ہے اس لئے منع کرنے والے کے لئے صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ یہ عمل ثابت نہیں ہے۔ اور نماز جیسی عبادت میں تو خصوصی حکم ہے کہ اس میں صرف اتنا ہی کیا جا سکتا ہے جتنا ثابت ہو، نماز شروع کرتے وقت پہلی تکبیر کا نام ہی تکبیر تحریمہ ہے جس کا مطلب ہے کہ نماز شروع ہونے کے بعد اب ساری چیزیں نمازی پر حرام ہو چکی ہیں صرف اتنا ہی کرنا ہے جتنا ثبوت ملے۔

---

[1] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۱۰۶-۱۱۴)

دوسرا شبهه :

یہ قاعدہ ہے کہ امام مقتدی اور منفرد اسی طرح مفترض اور متنفل سب کے لئے نماز کے احکام برابر ہیں ایک کے لئے کوئی عمل ثابت ہو گیا تو سب کے لئے مشروع ہوگا۔

ازاله:

اولا:

اس قاعدہ کی رو سے زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ منفرد کے لئے اپنی ذاتی قرأت پر جواب دینا ثابت ہے لہٰذا ہر نمازی ہر طرح کی نماز میں اپنی ذاتی قرأت پر جواب دے سکتا ہے مثلاً متنفل ہو یا مفترض، منفرد ہو یا امام ہو یا مقتدی سب کے سب اپنی ذاتی قرات پر جواب دے سکتے ہیں۔

لیکن رہا یہ مسئلہ کہ نماز میں قاری کوئی اور ہو اور جواب کوئی اور دے تو یہ صورت کسی بھی نمازی کے لئے کسی بھی نماز میں ثابت نہیں ہے نہ نفل میں نہ فرض میں، نہ منفرد کے لئے نہ امام کے لئے نہ مقتدی کے لئے۔ اس لئے جب یہ صورت (دوسرے کی قرأت پر جواب دینا) کسی بھی نماز میں کسی بھی نماز کے لئے سرے سے ثابت ہی نہیں تو خواہ مخواہ یہ قاعدہ بیان کرنے کی کیا تک ہے کہ نماز کے احکام سب کے لئے برابر ہیں۔

ثانیا:

یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق ان احکام سے ہے جن کے کسی ایک نماز یا نمازی کے ساتھ مخصوص ہونے کی دلیل نہ ملے، لیکن جس عمل کے بارے میں دلیل مل جائے کہ یہ صرف کسی خاص نماز یا خاص نمازی کے لئے ہی ہے تو ایسے عمل میں اس طرح کے عموم کی بات نہیں کی جائے گی۔ مثلاً فرض نماز میں امام تکبیرات جہرا پڑھتا ہے لیکن امام پر قیاس کرتے ہوئے مقتدی، و منفرد اور نفل پڑھنے والے کے لئے بھی جہرا تکبیرات پڑھنا درست نہیں، اسی طرح

جہری نماز میں امام کی قرات کے وقت مقتدی کو ماز اد علی الفاتحہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے لیکن یہ حکم منفرد کے لئے نہیں ہے۔

نیز جس عمل کے بارے میں کوئی قرینہ مل جائے کہ یہ صرف کسی خاص نماز یا خاص نمازی کے لئے ہی ہے تو ایسے عمل میں اس طرح کے عموم کی بات نہیں کی جائے گی ، مثلا قرآنی آیات کے جواب میں مقتدی کے استثناء کا قرینہ یہ ہے کہ نبی ﷺ ،صحابہ وتابعین وسلف میں کسی نے بھی مقتدی کو اس عموم میں شامل نہیں کیا ہے لہٰذا سلف کے متفقہ فہم وعمل کے خلاف عموم سے استدلال کی گنجائش نہیں ہے۔

اس کو مثال سے یوں سمجھیں کہ فرض نماز میں جماعت بنانا ثابت ہے اسی طرح نفل نماز میں بھی جماعت بنانا ثابت ہے، اسی طرح کچھ لوگ فرض پڑھنے والے ہوں کچھ نفل پڑھنے والے ہوں تو ان کے لئے بھی جماعت بنانا ثابت ہے۔لیکن نماز سے قبل اور بعد کی جو سنن رواتب ہیں ان کو جماعت سے پڑھنے کا ثبوت نبی ﷺ ،صحابہ وتابعین وسلف میں کسی سے نہیں ملتا لہٰذا سلف کے متفقہ فہم وعمل کے خلاف عموم سے استدلال کرتے ہوئے سنن رواتب کو جماعت سے پڑھنا درست نہیں ہوگا۔

ٹھیک اسی طرح مقتدی کے لئے قرآنی آیات کا جواب دینا بھی سلف کے متفقہ فہم وعمل کے خلاف ہے لہٰذا عمومات سے اس پر بھی استدلال کی گنجائش نہیں ہے۔

تیسرا شبہہ:

نماز کی بہت سی دعائیں مثلا دعائے ثنا، رکوع وسجود کے اذکار اور جلسہ وتشہد کی دعائیں ان میں سے کسی کے تعلق سے یہ صراحت نہیں ہے کہ مقتدی بھی اس کو پڑھیں گے۔پھر بھی یہ اذکار ودعائیں مقتدی کے لئے بھی مشروع ہے یہی معاملہ قرآنی آیات کے جواب کا بھی۔

ازالہ:

اس شبہہ کے تین جوابات ہیں:

۞ **اول:**

رکوع، سجود، جلسہ اور تشہد وغیرہ میں پڑھے جانے والے اذکار وادعیہ کا ثبوت مرفوع احادیث میں مطلقا نماز کے لئے وارد ہے یہاں نفل، فرض، منفرد، امام یا مقتدی میں سے کسی کی بھی تخصیص وارد نہیں ہے لہٰذا یہ چیزیں ہر نماز اور ہر نمازی کے لئے مشروع ہیں۔

لیکن قرآنی آیات کے جواب سے متعلق جو احادیث ہیں ان میں سے بعض میں نماز سے باہر جواب دینے کی صراحت ہے اور بعض میں نفل نماز کی صراحت ہے یعنی یہ احادیث خاص مواقع اور خاص نماز ونمازی سے متعلق ہی ہیں۔ لہٰذا اس خاص کو اپنی مرضی سے عام نہیں بنایا جاسکتا عام حکم بتانے کے لئے عام احادیث بھی ہونی چاہئیں جو قطعا موجود نہیں ہیں لہٰذا عام اور خاص دونوں کے مسائل الگ الگ ہیں انہیں غلط ملط نہیں کرنا چاہئے۔

۞ **دوم:**

نماز میں اصل حکم خاموشی کا ہے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ يُكَلِّمُ الرَّجُلُ صَاحِبَهُ وَهُوَ إِلَى جَنْبِهِ فِي الصَّلَاةِ حَتَّى نَزَلَتْ ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾(٢/البقرة:٢٣٨)**فَأُمِرْنَا بِالسُّكُوتِ، وَنُهِينَا عَنِ الْكَلَامِ"**[1]

"ہم (پہلے) نماز میں کلام کیا کرتے تھے، ایک شخص نماز میں اپنے بغل والے شخص سے بات کرلیا کرتا تھا یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾(٢/البقرة:٢٣٨) (اللہ تعالیٰ کے لئے باادب وعاجز بنے کھڑے رہا کرو) اس کے بعد **ہمیں نماز میں خاموش رہنے کا حکم دے دیا گیا** اور بات چیت سے روک دیا گیا"

اس حدیث میں ہے "**فأمرنا بالسكوت**" یعنی ہمیں نماز میں خاموش رہنے اور کسی بھی

[1] مسلم: كتاب المساجد:–باب تحريم الكلام في الصلوة……رقم٥٣٩

طرح کا کلام نہ کرنے کا حکم دیا گیا، اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ نماز کی اصلی حالت سکوت اور خاموشی کی ہے، لہٰذا نماز کا کوئی بھی رکن ہو کوئی بھی جزء ہو ہر جگہ خاموشی ہی اپنائیں گے اور کہیں پر کچھ بھی پڑھنے کے لئے دلیل درکار ہوگی۔ اور نماز کے اندر قرآنی آیات کا جواب دینے کے لئے مقتدی کیا، امام کے لئے بھی کوئی دلیل موجود نہیں ہے لہٰذا یہ عمل درست نہیں۔

سوم:

امام کی قرأت کے وقت مقتدی کو خاموش رہنے کا تاکیدی حکم ہے اور آمین اور قرأت فاتحہ کے علاوہ مقتدی کو قرأت امام کے وقت کچھ بھی پڑھنے سے منع کردیا گیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

”ثنا یحیی بن یوسف، قال: أنا عبید الله، عن أیوب، عن أبی قلابة، عن أنس، أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی بأصحابه، فلما قضی صلاته أقبل علیهم بوجهه، فقال: أتقرؤون فی صلاتکم والإمام یقرأ؟ فسکتوا، فقالها: ثلاث مرات، فقال قائل أو قائلون: إنا لنفعل قال: فلا تفعلوا لیقرأ أحدکم بفاتحة الکتاب فی نفسه“[1]

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نماز پڑھائی اور جب نماز ختم کی تو ان کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا: کیا تم لوگ اپنی نماز امام کی قرات کے دوران پڑھتے ہو؟ صحابہ خاموش رہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار یہی سوال کیا تو بعض صحابہ نے جواب دیا: ہم ایسا کرتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا مت کرو البتہ تم میں سے ہر کوئی سورہ فاتحہ کو اپنے دل میں پڑھ لے۔

[1] القراءة خلف الإمام للبخاری ص ٦١ وإسناده صحیح علی شرط الشیخین

اس حدیث میں امام کی قرأت کے دوران مقتدی کو کچھ بھی پڑھنے سے منع کیا گیا ہے، صرف سورہ فاتحہ پڑھنے کی اجازت دی ہے وہ بھی دل میں یعنی آہستہ۔ لہٰذا امام کی قرأت کے دوران مقتدی کو سورہ فاتحہ مع آمین پڑھنے کے علاوہ مزید کچھ پڑھنے کی اجازت نہیں ہے معلوم ہوا کہ مقتدی کا قرآنی آیات کا جواب دینا اس حدیث کے بھی خلاف ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے یہی بات قرآن کی آیتِ انصات پیش کر کے کہی ہے کما مضٰی۔ [1]

چوتھا شبہہ:

حدیث میں ہے کہ: "**إنما جعل الإمام ليؤتم به**" یعنی امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ [2]

اس لئے جب امام قرأت کا جواب دے تو مقتدی کو بھی دینا چاہے۔

ازالہ:

اول تو امام کے لئے یہ سنت ثابت نہیں پھر اقتداء کا سوال ہی نہیں رہا۔ دوسرے یہ کہ مقتدی کو امام کی قرأت کے وقت سورہ فاتحہ مع آمین کے علاوہ کچھ اور پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ تفصیل پیش کی جا چکی ہے۔ [3]

پانچواں شبہہ:

ایک حدیث میں ہے "**فليصنع كما يصنع الإمام**" یعنی مقتدی بھی ویسا کرے جیسا امام کرتا ہے۔ [4]

---

[1] اسی کتاب کا صفحہ (۴۴-۴۵) دیکھیں

[2] صحیح البخاری: ۱/۸۵ رقم ۳۷۸

[3] اسی کتاب کا صفحہ (۴۹) دیکھیں

[4] سنن الترمذی رقم ۵۹۱، وإسناده ضعيف، فيه الحجاج و أبو إسحاق وقد عنعنا۔

ازالہ:

یہ حدیث ضعیف ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۹) نے کہا:

"حدثنا هشام بن يونس الكوفي قال: حدثنا المحاربي، عن الحجاج بن أرطاة، عن أبي إسحاق، عن هبيرة، عن علي، وعن عمرو بن مرة، عن ابن أبي ليلى، عن معاذ بن جبل، قالا: قال النبي ﷺ: إذا أتى أحدكم الصلاة والإمام على حال فليصنع كما يصنع الإمام" [1]

"علی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے آئے اور امام جس حالت میں ہو تو وہ وہی کرے جو امام کر رہا ہو"

سند میں "الحجاج بن أرطاة" نے "عن" سے روایت کیا ہے اور یہ چوتھے طبقے کے مدلس ہیں جن کا عنعنہ بالاتفاق مردود ہوتا ہے۔ [2]

دوسرے راوی "ابو اسحاق السبیعی" نے "عن" سے روایت کیا ہے اور یہ تیسرے درجے کے مدلس ہیں۔ [3]

ان کے مدلس ہونے کے بارے میں مزید تفصیل آ رہی ہے۔ [4]

اس روایت کے ضعیف ہونے کے ساتھ اس کا تعلق کچھ پڑھنے سے نہیں ہے بلکہ امام کے ساتھ شامل ہونے سے ہے۔ علاوہ ازیں مقتدی کو امام کی قرأت کے وقت سورہ فاتحہ مع

---

[1] سنن الترمذی ت شاکر (۲/۴۸۵رقم ۵۹۱) وإسناده ضعيف، الحجاج وأبو اسحاق قد عنعنا، و أخرجه الطبرانی فی الكبير(۲۰/۱۳۲)والشاشی فی مسنده(۳/۲۵۷)من طريق المحاربی به نحوه

[2] طبقات المدلسين لابن حجر ت القريوتی:ص۴۹

[3] طبقات المدلسين لابن حجر ت القريوتی:ص۴۲

[4] اسی کتاب کا صفحہ(۱۰۸-۱۰۹) دیکھیں

آمین کے علاوہ کچھ اور پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ تفصیل پیش کی جا چکی ہے۔[1]

چھٹا شبہہ:

أحمد بن محمد بن إبراہیم الثعلبی (المتوفی ۴۲۷) نے کہا:

''أخبرني ابن فنجويه قال: حدّثنا محمد بن إبراهيم الربيعي قال: حدّثنا إبراهيم بن عبد الله ابن أيوب المخزومي قال: حدّثنا صالح بن مالك قال: حدّثنا أبو نوفل علي بن سليمان قال: حدّثنا أبو إسحاق السبيعي عن سعيد بن جبير عن عبد الله بن عباس قال: من قرأ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ إماما كان أو غيره فليقل: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى"، ومن قرأ: ﴿لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ فإذا انتهى إلى آخرها فليقل: "سبحانك اللهم بلى" إماما كان أو غيره''[2]

''عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھے خواہ امام ہو یا اس کے علاوہ ہو تو وہ کہے: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے) اور جو ﴿لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ پڑھ کر ختم کرے تو کہے: "سبحانك اللهم بلى" (اے اللہ تو پاک ہے کیوں نہیں) خواہ وہ امام ہو یا کوئی اور''

ازالہ:

یہ روایت سخت ضعیف ہے اس کے درج ذیل اسباب ہیں:

---

[1] اسی کتاب کا صفحہ (۴۹) دیکھیں

[2] تفسير الثعلبي: (۹۲/۱۰) وإسناده ضعيف جدا، أبو إسحاق عنعن، وإبراهيم بن عبدالله و محمد بن إبراهيم ضعيفان، ومتنه منكر۔ و انظر: اللباب في علوم الكتاب: ۶۷۹/۱۹۔

۞ اول:

''ابواسحاق السبیعی'' نے ''عن'' سے روایت کیا ہے اور یہ تیسرے درجے کے مدلس ہیں۔[1]

ان کے مدلس ہونے کے بارے میں مزید تفصیل آ رہی ہے۔[2]

۞ دوم:

''إبراہیم بن عبداللہ ابن أیوب المخزومی'' مجروح ہے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۸۵) نے کہا:

''ليس بثقة ، حدث عن قوم ثقات بأحاديث باطلة''[3]

''یہ ثقہ نہیں ہے، ایک جماعت سے اس نے جھوٹی احادیث روایت کی ہیں''

۞ سوم:

''محمد بن إبراہیم الربیعی'' بھی ضعیف ہے۔

الحافظ أبوالفتح بن أبی الفوارس (المتوفی ۴۱۲) نے کہا:

''فيه نظر''[4]

''اس میں نظر ہے''

۞ چہارم:

ابواسحاق السبیعی ہی سے امام شعبہ نے اسی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے اور شعبہ کی سند میں ابواسحاق نے سماع کی صراحت بھی کی ہے لیکن ان کی روایت میں '' **إماما**

---

1. طبقات المدلسين لابن حجر ت القريوتی: ص ٤٢
2. اسی کتاب کا صفحہ (۱۰۸-۱۰۹) دیکھیں
3. سؤالات السهمی للدارقطنی ط الفاروق ص: ١٣٦، (یہ سخت جرح ہے)
4. تاريخ بغداد، مطبعة السعادة: ٤١٤/١ وإسناده صحيح

کان أو غیرہ"(خواہ امام ہو یا کوئی اور) کے الفاظ نہیں ہیں[1]

یہ روایت مع تخریج ماقبل میں گذر چکی ہے۔[2]

معلوم ہوا ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت سخت ضعیف ومنکر ہے لہٰذا مردود ہے۔علاوہ بریں اس حدیث میں قاری قرآن کے لئے جواب دینے کی بات کہی گئی ہے اور مقتدی قاری قرآن نہیں ہوتا۔اس لئے "أو غیرہ"(یا کوئی اور) سے منفرد یا غیر نماز میں عام قاری مراد ہے۔

ساتواں شبھه :

أبوعُبید القاسم بن سلاّم البغدادی (المتوفی ۲۲۴) نے کہا:

"حدثنا حجاج، عن ابن جریج، قال:أخبرنی عبد الله بن عثمان بن خثیم، عن یوسف بن ماھک، عن عبد الله بن السائب، قال:أخر عمر بن الخطاب کرم الله وجھه العشاء الآخرة فصلیت، ودخل فکان فی ظھری، فقرأت:﴿وَالذَّارِيَاتِ ذَرْوًا﴾ (۵۱/الذاریات:۱)**حتی أتیت علی قوله:﴿وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ﴾**(۵۱/الذاریات:۲۲) **فرفع صوته حتی ملأ المسجد: "أشھد"**[3]

"عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ عشاء کی نماز میں تاخیر کی اور میں نے نماز پڑھائی تو وہ میرے پیچھے آ گئے پھر میں نے سورہ ذاریات پڑھی اور جب آیت﴿وَفِی السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ﴾(۵۱/الذاریات:۲۲) (اور تمہاری

---

1. فضائل القرآن لابن الضریس ص ۳۱ وإسنادہ صحیح.
2. اسی کتاب کا صفحہ (۳۲) دیکھیں
3. فضائل القرآن لأبی عبید ص:(۱۴۹) وفی "عبدالله بن عثمان بن خیثم" کلام لایحتمل معه التفرد بمثل ھذا الحدیث ، ومن طریق أبی عبید أخرجه المستغفری فی فضائل القرآن (۱/۱۷۴)،وأخرجه أیضا أبوعبید فی فضائل القرآن ص: (۱۴۹)من طریق جعفر بن ایاس منقطعا ولفظه:"وأنا أشھد".

روزی اور جو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے سب آسمان میں ہے) پر میں پہنچا تو انہوں نے آواز بلند کی یہاں تک مسجد گونج گئی اور کہا: ''أشهد'' (میں گواہی دیتا ہوں)''

ازاله:

یہ روایت ضعیف و غیر ثابت ہے۔ سند میں موجود ''عبداللہ بن عثمان بن خثیم'' کو گرچہ متعدد محدثین نے ثقہ کہا ہے مگر ایک جماعت نے اسے ضعیف بھی کہا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''وقد ضعفه طائفة''[1] ''اسے ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی لکھا:

''مختلف فيه''[2] ''اس کے ثقہ اور ضعیف ہونے میں اختلاف ہے''

امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۳) نے کہا:

''أحاديثه ليست بالقوية''[3] ''اس کی احادیث قوی نہیں ہیں''

امام علی بن المدینی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۴) نے کہا:

''ابن خثيم منكر الحديث''[4] ''ابن خثیم منکر الحدیث ہے''

امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۰۳) نے کہا:

''ابن خثيم ليس بالقوى فى الحديث''[5] ''ابن خثیم حدیث میں قوی نہیں ہے''

نیز کہا:

---

1. مجموع الفتاوى:٤٣١/٢٢
2. مقدمة فتح البارى لابن حجر:ص:٤٥٧
3. الكامل لابن عدى ت عادل وعلى:٢٦٦/٥وإسناده حسن
4. سنن النسائى :٢٤٧/٥
5. سنن النسائى :٢٤٧/٥

”لين الحديث“،[1] ”یہ لین الحدیث ہے“

أبو جعفر طحاوی رحمہ اللہ (المتوفی 321) نے کہا:

”رجل مطعون في روايته منسوب إلى سوء الحفظ ،وإلى قلة الضبط ورداءة الأخذ“[2]

”یہ آدمی اپنی روایت میں مطعون ہے اور سوئے حفظ ،قلت ضبط اور بداخذی سے منسوب ہے“

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی ۳۵۴) نے کہا:

”وكان يخطىء “[3] ”اور یہ غلطی کرتا تھا“

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۸۵) نے کہا:

”ابن خثيم ضعيف“[4] ”ابن خثیم ضعیف ہے“

ابن الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی ۵۹۷) نے کہا:

”عبد الله لا يحتج به“[5] ”عبداللہ (بن خثیم) سے حجت نہیں پکڑی جائے گی“

امام ابن رجب رحمہ اللہ (المتوفی ۷۹۵) نے کہا:

”وليس بالقوى “[6] ”یہ قوی نہیں ہے“

اس راوی کی توثیق اور اس پر جرح کے اختلاف کے سبب بعض محققین اسے صدوق مانتے

---

[1] ميزان الاعتدال للذهبي ت البجاوي:۲/ ٤٦٠ ونقله من كتابه

[2] شرح مشكل الآثار:۷/ ۳۷۰

[3] الثقات لابن حبان ط االعثمانية:٥/ ٣٤

[4] الإلزامات والتتبع للدارقطني:ص:۳٥۲

[5] التحقيق في مسائل الخلاف:۲/ ۲٥۸

[6] فتح الباری لابن رجب:٦/ ٤٠٢

ہیں جبکہ بعض محققین اسے ضعیف مانتے ہیں چنانچہ زیر بحث روایت ہی کی سند سے مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی ایک روایت ہے جس پر ''مصنف ابن ابی شیبہ'' کے محقق اُسامۃ بإبراہیم حاشیہ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''إسناده ضعيف فيه عبدالله بن عثمان بن خيثم اختلف على ابن معين والنسائي فيه وقال ابن المديني منكر الحديث''[1]

''اس کی سند ضعیف ہے عبد اللہ بن عثمان بن خثیم کے بارے مین ابن معین اور نسائی دونوں سے دوطرح کے اقوال مروی ہے جبکہ ابن المدینی نے کہا ہے: منکر الحدیث''

اور بعض محققین اس کے بارے میں توقف کرتے ہیں چنانچہ شیخ عبداللہ بن ضیف اللہ الرحیلی امام ذہبی کی ایک کتاب میں مذکور اس راوی پر حاشیہ لگاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''الحاصل أنه مختلف فيه، ولم يظهر لي فيه وجه توثيقه على جرحه أو العكس، فأنا متوقف فيه''[2]

''خلاصہ یہ کہ یہ راوی مختلف فیہ ہے اور میرے لئے جرح کے بالمقابل اسے ثقہ قرار دینے یا اس کے برعکس فیصلہ کرنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی اس لئے میں اس کے سلسلے میں توقف کرتا ہوں''

عرض ہے کہ چونکہ اس پر حافظہ کے لحاظ سے جرح ہے اور اسے منکر الحدیث بھی کہا گیا ہے اس لئے اگر کسی روایت کو اگر صرف یہی نقل کر رہا ہے اور اس میں غرابت وعجوبہ ہو تو اسے قبول نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اس روایت کا متن دیکھیں کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ وقت باجماعت نماز میں اور مسجد میں اس قدر جہر سے جواب دیتے ہیں کہ پوری مسجد گونج جاتی ہے لیکن اس واقعہ کو صرف امام

[1] مصنف ابن أبی شیبة/الفاروق:٥/٣٥٨

[2] من تکلم فیه وهو موثق ت الرحیلی: ص:٣٠٣

نے بیان کیا اور مقتدی حضرات میں کسی نے بیان نہیں کیا حتی کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دائیں و بائیں موجود مقتدی حضرات نے بھی بیان نہیں کیا ہے یہ بات کم عجیب وغریب نہیں ہے۔ لہٰذا سند ومتن کے لحاظ اس غریب روایت کی نقل میں ابن خیثم پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا جسے امام ابن المدینی جیسے ماہر علل نے منکر الحدیث قرار دیا ہے اور امام دارقطنی جیسے عظیم ناقد نے ضعیف کہا ہے اور دیگر کئی محدثین نے سوء حفظ وغیرہ کی جرح کی ہے۔

خلاصہ بحث یہ کہ مقتدی کے لئے قرآنی آیات کا جواب دینا نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ یا تابعین سے ثابت نہیں ہے اس لئے یہ عمل درست نہیں ہے۔

فائدہ:

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی ۲۱۱) نے کہا:

”عن الثوری، عن ليث، عن مجاهد قال: كره إذا مر الإمام بآية تخويف أو آية رحمة أن يقول من خلفه شيئا“[1]

”امام قراءۃ وتفسیر مجاہد بن جبیر تابعی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۲) فرماتے ہیں کہ جب امام خوف یا رحمت والی آیت سے گذرے تو امام کے پیچھے مقتدی کا کچھ کہنا ناپسند کیا گیا ہے۔“

لیکن اس کی سند لیث بن أبی سلیم کے سبب ضعیف ہے۔

[1] مصنف عبد الرزاق، ت الأعظمی: (۲/ ۴۵۳) وإسناده ضعيف لأجل ليث، وأخرجه ابن أبی شيبه فی المصنف(۱/ ۳۴۱)من طريق هشيم عن ليث به بمعناه، وفی بعض نسخ المصنف لإبن ابی شيبه وقع التصريح بسماع الليث من مجاهد

قرآنی آیات کے جواب سے متعلق ضعیف ومردود روایات

حق تلاوت سے متعلق ایک ضعیف روایت:

امام ابن أبی حاتم رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۷) نے کہا:

"حدثنا أبی ثنا إبراهيم بن موسى وعبد الله بن عمران الأصباهانی قالا ثنا يحيى بن يمان ثنا أسامة بن زيد عن أبيه عن عمر بن الخطاب ﴿يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ﴾ (۲/البقرة:۱۲۱) قال: إذا مر بذكر الجنة سأل الله الجنة، وإذا مر بذكر النار تعوذ بالله من النار" [1]

"عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ﴿يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ﴾ (۲/البقرة:۱۲۱) (اس کی کما حقہ تلاوت کرتے ہیں) کی تفسیر میں کہا کہ تلاوت کرنے والا جب جنت کے ذکر سے گذرے تو اللہ سے جنت کا سوال کرے اور جب جہنم کے ذکر سے گذرے تو جہنم سے اللہ کی پناہ طلب کرے"

اس کی سند ضعیف ہے۔اس میں کئی علتیں ہیں:

اولا:

اسامہ کے والد "زید بن اسلم" ارسال کرنے والے راوی ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔ [2]

بلکہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ان کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔ [3]

ثانیا:

"أسامة بن زيد بن أسلم القرشی العدوی" ضعیف ہے۔

---

[1] تفسير ابن أبی حاتم: ۱/ ۲۱۸ وإسناده ضعيف، زيد لم يلق عمر وأسامه ضعيف.

[2] جامع التحصيل للعلائی: ص:۲۷

[3] جامع التحصيل للعلائی: ص:۱۷۸

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱) نے کہا:

"أسامة بن زيد بن أسلم منكر الحديث، ضعيف" (1)

"اسامہ بن زید اسلم منکر الحدیث، ضعیف ہے"

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) نے کہا:

"ضعيف من قبل حفظه" (2)

"یہ حافظہ کی وجہ ضعیف ہیں"

سورہ فاتحہ (۱) کے بعد تین بار "آمین" کہنے یا "رب اغفر لی آمین" سے متعلق روایات:

پہلی روایت: (تین بار "آمین" کہنا)

امام طبرانی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۶۰) نے کہا:

"حدثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة، حدثني أبي، ثنا سعد بن الصلت، عن الأعمش، عن أبي إسحاق، عن عبد الجبار بن وائل، عن أبيه قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل في الصلاة، فلما فرغ من فاتحة الكتاب قال: "آمين" ثلاث مرات" (3)

"وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نماز میں داخل

---

(1) الجرح والتعديل لابن أبي حاتم، ت المعلمي: ۲/۲۸۵ وإسناده صحيح۔

(2) تقريب التهذيب لابن حجر: رقم ۳۱۵

(3) المعجم الكبير للطبراني: ۲۲/۲۲، وإسناده ضعيف، عبدالجبار لم يسمع من ابن مسعود وأبو اسحاق والأعمش عنعنا وفيه علة أخرى۔

ہوئے اور جب سورہ فاتحہ کی قرات سے فارغ ہوئے تو تین بار کہا: '' آمین ''

یہ روایت درج ذیل اسباب کی بنا پر سخت ضعیف ہے:

اول:

''عبدالجبار بن وائل'' کا ان کے والد سے سماع ثابت نہیں ہے۔

امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۳) نے کہا:

''عبد الجبار بن وائل بن حجر ثبت ولم يسمع من أبيه شيئا''[1]

''عبدالجبار بن وائل بن حجر، ثبت ہیں لیکن انہوں نے اپنے والد سے کچھ نہیں سنا''

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

''عبد الجبار بن وائل بن حجر لم يسمع من أبيه''[2]

''عبدالجبار بن وائل بن حجر نے اپنے والد سے کچھ نہیں سنا''

امام أبو حاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۷) نے کہا:

''عبد الجبار بن وائل......روى عن أبيه، مرسل، ولم يسمع منه''[3]

''عبدالجبار بن وائل نے اپنے والد سے مرسلا روایت کیا ہے اور ان سے کچھ نہیں سنا ہے''

امام ترمذی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۹) نے کہا:

''عبد الجبار لم يسمع من أبيه''[4]

''عبدالجبار بن وائل نے اپنے والد سے نہیں سنا''

امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۰۳) نے کہا:

---

[1] تاریخ ابن معین، روایة الدوری:۳/۱۱

[2] سنن الترمذی:۴/۵۵ وإسناده صحیح

[3] الجرح والتعدیل لابن أبی حاتم، ت المعلمی:۶/۳۰

[4] سنن الترمذی ت شاکر:۴/۵۶

"عبد الجبار بن وائل لم يسمع من أبيه"[1]

"عبدالجبار بن وائل بن حجر نے اپنے والد سے نہیں سنا"

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی ۳۵۴) نے کہا:

"من زعم أنه سمع أباه فقد وهم"[2]

"جس نے یہ سمجھا کہ عبدالجبار بن وائل بن حجر نے اپنے والد سے سنا وہ وہم کا شکار ہے"

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۵۸) نے کہا:

"عبد الجبار بن وائل عن أبيه مرسل"[3]

"عبدالجبار بن وائل کی اپنے والد سے روایت مرسل (منقطع) ہے"

امام نووی رحمہ اللہ (المتوفی ٦٧٦) نے کہا:

"ائمة الحديث متفقون على ان عبد الجبار لم يسمع من ابيه شيئا"[4]

"ائمہ حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ عبدالجبار بن وائل نے اپنے والد سے کچھ نہیں سنا"

دوم:

"ابواسحاق السبیعی" نے "عن" سے روایت کیا ہے اور یہ تیسرے درجے کے مدلس ہیں۔[5]

ان کے مدلس ہونے کے بارے میں مزید تفصیل آ رہی ہے۔[6]

---

[1] سنن النسائی الکبری: ۱/ ۳۰۸

[2] الثقات لابن حبان ط االعثمانية: ۷/ ۱۳۵

[3] السنن الکبری للبیهقی، ط الهند: ۱/ ۳۹۷

[4] المجموع: ۳/ ۱۰٤

[5] طبقات المدلسین لابن حجر ت القریوتی: ص ٤۲

[6] اسی کتاب کا صفحہ (۱۰۸-۱۰۹) دیکھیں

سوم:

سلیمان الاعمش نے بھی ''عن'' سے روایت کیا ہے اور یہ تیسرے درجے کے مدلس ہیں۔ [1]

اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص: ۳۹۳، ۳۹۵۔

چہارم:

''سعد بن الصلت'' کے علاوہ اعمش سے اسی حدیث کو کئی لوگوں نے آمین کے ذکر کے ساتھ روایت کیا ہے لیکن کسی نے بھی تین بار آمین کا ذکر نہیں کیا ہے اسی طرح سند کے اوپری طبقات کے متابعین میں سے بھی کئی نے آمین کا لفظ روایت کیا مگر کسی نے تین بار آمین کا ذکر نہیں کیا ہے تفصیل کے لئے دیکھئے: **الکلام علی طرق حدیث وائل بن حجر فی صفۃ الصلاۃ۔**

لہٰذا ان الفاظ کو بیان کرنے میں ''سعد بن الصلت'' منفرد ہے اور امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی ۳۵۴) نے کہا:

''ربما أغرب'' [2]

''بسا اوقات یہ غریب باتیں بیان کرتے ہیں''

دوسری روایت: (''رب اغفر لی، آمین'' کہنا)

أبو جعفر محمد بن عمرو بن البختری الرزاز (المتوفی ۳۳۹) نے کہا:

''حدثنا أحمد: حدثنا أبی، عن أبی بکر النهشلی، عن أبی إسحاق، عن أبی عبد الله الیحصبی، عن وائل بن حجر: أنه سمع رسول الله ﷺ حین

[1] النکت علی کتاب ابن الصلاح لابن حجر: ۲/ ٦٤٠

[2] الثقات لابن حبان ط االعثمانیة: ٦/ ٣٧٨

قال: ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ قال: "رب اغفر لی، آمین" [1]

"وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا جب آپ نے **﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾** پڑھا تو کہا: "**رب اغفر لی، آمین**" (اے رب ہمیں بخش دے اور ہماری دعا قبول فرما)"

یہ روایت درج ذیل اسباب کی بنا پر ضعیف ہے۔

اول:

"ابواسحاق السبیعی" نے "عن" سے روایت کیا ہے اور یہ تیسرے درجے کے مدلس ہیں۔ [2]

ان کے مدلس ہونے کے بارے میں مزید تفصیل آ رہی ہے۔ [3]

دوم:

"أبوبکر النہشلی"، متکلم فیہ ہے اور اس کی یہ روایت دیگر رواۃ کے خلاف ہے۔

امام قسطلانی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۲۳) اس حدیث کو اسی راوی کے سبب ضعیف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فی إسناده أبا بکر النهشلی وهو ضعیف" [4]

"اس کی سند میں ابوبکر النہشلی ہے اور یہ ضعیف ہے"

---

(1) مجموع فیه مصنفات أبی جعفر ابن البختری ص:(۳۰۹) ومن طریقه أخرجه البیهقی فی السنن الکبری، ط الهند(۲/۵۸) وأخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر(۲۲/۴۲) من طریق إحمدبن عبدالجبار به. وإسناده ضعیف، أبوإسحاق عنعن وفیه علل أخری.

(2) طبقات المدلسین لابن حجر ت القریوتی: ص۴۲

(3) دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۱۰۸-۱۰۹)

(4) إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری: ۲/۱۰۰

سوم:

ابوجعفر کے استاذ ''احمد'' یہ ''احمد بن عبدالجبار العطاردی'' ہیں یہ بھی متکلم فیہ ہیں بلکہ بعض نے ان پر سخت جرح کی ہے چنانچہ:

محمد بن عبداللہ الحضرمی المطین رحمہ اللہ (المتوفی ۲۹۷) نے کہا:

''احمد بن عبد الجبار العطاردی کان یکذب''[1]

''احمد بن عبدالجبار العطاردی جھوٹ بولتا تھا''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) نے بھی انہیں ضعیف کہا ہے۔[2]

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روای کے سبب بھی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔[3]

چونکہ اس کی یہ روایت اس حدیث کے دیگر رواۃ کے خلاف ہے لہذا غیر مقبول ہے۔

الغرض یہ کہ یہ سند کئی وجوہات کی بنا پر ضعیف ہے۔امام ابن رجب رحمہ اللہ (المتوفی ۷۹۵) اس کی سند کے بارے میں فرماتے ہیں:

''وھذا الإسناد لا یحتج به''[4]

''اس سند سے حجت نہیں پکڑی جائے گی''

معلوم ہوا درج بالا دونوں روایات سخت ضعیف ومردود ہیں۔

---

(1) تاریخ بغداد، مطبعة السعادة: ٤/٢٦٣ وإسناده صحیح

(2) تقریب التھذیب لابن حجر: رقم ٦٤

(3) أصل صفة الصلاة: ١/٣٨٢

(4) فتح الباری لابن رجب: ٧/٩٩

سورہ بقرہ (۲) کی بعض آیات کے جواب سے متعلق روایات:

❀﴿وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِی عَنِّی فَإِنِّی قَرِیب﴾(۲/البقرۃ:۱۸۶) کے جواب سے متعلق روایت:

محمد بن عمر الأصبہانی المدینی، أبوموسی (المتوفی ۵۸۱) نے کہا:

”أخبرنا السيد أبو القاسم عباد بن محمد بن المحسن الجعفرى -رحمه الله -إذناً، أنا أبو أحمد محمد بن على المعلم، ثنا أبو محمد بن حيان، ثنا إسحاق بن إبراهيم (ح) وأخبرنا إسماعيل بن الفضل، أنا أبو طاهر (بن) عبد الرحيم، أنا على بن عمر، ثنا أبو عثمان سعيد بن محمد بن أحمد الحناط قالا: ثنا أبو هشام الرفاعى محمد بن يزيد، ثنا أبو بكر بن عياش، ثنا الكلبى عن أبى صالح، عن ابن عباس، حدثنى جابر بن عبد الله رضى الله عنهم: أن النبى صلى الله عليه وسلم قرأ: ﴿وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِی عَنِّی فَإِنِّی قَرِیبٌ أُجِیبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ الآية، فقال: اللهم أمرت بالدعاء وتكفلت بالإجابة لبيك اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك، إن الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك، أشهد أنك ربى واحد صمد، لم يلد ولم يولد، ولم يكن له كفواً أحد، وأشهد أن وعدك حق، ولقاءك حق والجنة حق، والنار حق، وأن الساعة آتية لا ريب فيها، وأن الله يبعث من فى القبور“[1]

”جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿وَإِذَا سَأَلَکَ عِبَادِی عَنِّی فَإِنِّی قَرِیبٌ أُجِیبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (جب میرے بندے میرے

[1] اللطائف من دقائق المعارف لأبى موسى المدينى: ص:۳۱، وإسناده واه، فيه الكلبى وهو سبائى كذاب.

بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں) کی قرات کی پھر کہا: "**اللهم أمرت بالدعاء وتكفلت بالإجابة لبيك اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك، إن الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك، أشهد أنك ربي واحد صمد، لم يلد ولم يولد، ولم يكن له كفواً أحد، وأشهد أن وعدك حق، ولقاءك حق والجنة حق، والنار حق، وأن الساعة آتية لا ريب فيها، وأن الله يبعث من في القبور**"؛

یہ روایت موضوع اور من گھڑت ہے۔ اس کی سند میں موجود "محمد بن السائب الکلبی" سبائی اور کذاب تھا تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: انوار البدر فی وضع الیدین علی الصدر: ۴۶۷، ۴۶۸۔

❀ سورۃ البقرۃ (۲) کی آخری آیت ﴿... فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ کے جواب سے متعلق روایات:

پہلی روایت:

أبو عُبید القاسم بن سلّام البغدادی (المتوفی ۲۲۴) نے کہا:

"**حدثنا ابن أبي مريم، عن ابن لهيعة، عن يزيد بن أبي حبيب، عن أبي إسحاق، عن أبي ميسرة، أن جبريل لقن رسول الله ﷺ عند خاتمة القرآن أو قال: عند خاتمة البقرة: آمين**"[1]

"جبرئیل نے جب اللہ کے رسول ﷺ کو قرآن ختم کروایا یا سورہ بقرہ ختم کروایا تو آپ ﷺ نے کہا: "آمین"؛"

یہ روایت درج ذیل وجوہات کی بنا پر ضعیف ہے:

[1] فضائل القرآن: ص: ۲۳۳ وإسناده منقطع وضعيف، أبو ميسره أرسل وأبو إسحاق عنعن.

اول:

''اُبومیسرۃ عمرو بن شرجبی االھمدانی'' نے اللہ کے نبی ﷺ تک اپنی سند بیان نہیں کی ہے۔

دوم:

''ابواسحاق السبیعی'' نے ''عن'' سے روایت کیا ہے اور یہ تیسرے درجے کے مدلس ہیں۔[1]

سوم:

''ابن لھیعہ'' مشہور مختلط راوی ہیں۔

دوسری روایت:

امام سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۱۱) نے کہا:

''وأخرج عبد بن حميد عن عطاء قال: لما نزلت هذه الآيات ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ (۲/البقرة:۲۸۶) فكلما قالها جبريل للنبى ﷺ قال النبى ﷺ: '' آمين رب العالمين''[2]

''عطاء کہتے ہیں کہ جب یہ آیات **﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا﴾** (۲/البقرة:۲۸۶) (اے ہمارے رب !اگر ہم بھول گئے ہوں یا خطا کی ہو تو ہمیں نہ پکڑنا) نازل ہوئیں تو جب جب جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ کو یہ پڑھایا، تو نبی ﷺ نے کہا: ''آمین یا رب العالمین'' (قبول فرما! اے رب العالمین) ''

اول تو عطاء رحمہ اللہ سے لیکر نبی ﷺ تک سند موجود نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ اس روایت کی پوری سند بھی کہیں دستیاب نہیں لہٰذا یہ روایت بھی ثابت نہیں۔

---

[1] طبقات المدلسين لابن حجر ت القريوتى: ص ٤٢، دیکھیں اسی کتاب کا صفحہ (۱۰۸-۱۰۹)

[2] الدر المنثور: ۲/۱۳۷ وإسناده ضعيف عطاء أرسل۔

تیسری روایت:

امام ابن أبی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۵) نے کہا:

”حدثنا ابن مهدی ، عن سفيان ، عن أبی إسحاق ، عن رجل ، أن معاذا كان إذا قرأ آخر البقرة ﴿فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ (۲/البقرة:۲۸۶) قال: ” آمين“. “[1]

”معاذ رضی اللہ عنہ جب سورہ بقرہ کی آخری آیت ﴿فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ (۲/البقرة:۲۸۶) (ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما) پڑھتے تو کہتے: ”آمین“۔“

یہ روایت دو وجوہات کی بنا پر ضعیف ہے۔

اول:

”ابواسحاق السبیعی“ نے ”عن“ سے روایت کیا ہے اور یہ تیسرے درجے کے مدلس ہیں۔[2]

ان کے مدلس ہونے کے بارے میں مزید تفصیل آرہی ہے۔[3]

دوم:

ابواسحاق اور معاذ کے درمیان ” رجل “ یہ مبہم ومجہول ہے۔

واضح رہے کہ اسی روایت کو سفیان ثوری سے امام ابونعیم نے بھی نقل کیا ہے لیکن ان کی سند

---

[1] مصنف ابن أبی شيبة،سلفية(۲/۴۲۷)، وإسناده ضعيف، ”رجل“ مبهم وأبوإسحاق عنعن،و أخرجه أيضا أبوعبيد فی فضائل القرآن ص(۲۳۴)من طريق ابن مهدی به ، ومن طريق أبی عبيد أخرجه المستغفری فی فضائل القرآن(۲/۵۳۰)به.

[2] طبقات المدلسين لابن حجر ت القريوتی:ص۴۲

[3] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ(۱۰۸-۱۰۹)

میں ابواسحاق کے بعد ''رجل'' کا واسطہ ساقط ہے چنانچہ:

امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ (المتوفی ۳۱۰) نے کہا:

''حدثنی المثنی بن إبراهيم قال، حدثنا أبو نعيم قال، حدثنا سفيان، عن أبی إسحاق: أن مُعاذًا كان إذا فرغ من هذه السورة: ﴿فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ (٢/البقرة:٢٨٦)، قال: ''آمين''.''[1]

''معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جب اس سورہ (کی آخری آیت) ﴿فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ (٢/ البقرة:٢٨٦) (ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما) کو پڑھ کر فارغ ہوتے تو کہتے: ''آمین''۔''

لیکن ابونعیم کی بیان کردہ یہ سند غیر محفوظ ہے کیونکہ ان سے اوثق محدث ''عبدالرحمٰن بن مھدی'' نے واسطے کے ساتھ اسے بیان کیا ہے۔ کما مضیٰ۔[2]

نیز اگر اس سند کا اعتبار کرلیں تو پھر معاذ رضی اللہ عنہ سے ابواسحاق السبعی کی روایت منقطع قرار پائے گی کیونکہ معاذ رضی اللہ عنہ سے ان کی ملاقات ثابت نہیں ہے۔ معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات (۱۸) ہجری میں ہوئی ہے۔[3]

جبکہ ابواسحاق السبیعی کی پیدائش (۲۸) ہجری میں ہوئی ہے۔[4]

تنبیہ بلیغ:

فیصل بن عبدالعزیز (المتوفی ۱۳۷۶) کی کتاب ''توفیق الرحمٰن فی دروس القرآن'' میں

---

[1] تفسير الطبری ت شاكر (١٤٦/٦) وإسناده ضعيف أبوإسحاق لم يلق معاذا وبينهما رجل كما تقدم، وأخرجه ابن المنذر فی تفسيره (١٠٦/١) من طريق أبی أحمد محمد بن عبد الوهاب عن أبی نعيم به.

[2] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (٦٩)

[3] تهذيب الكمال للمزی: ١١٣/٢٨ [4] الثقات لابن حبان ط االعثمانية: ١٧٧/٥

ہے:

”وکان معاذ ﷛ إذا فرغ من هذه السورة قال:(آمين): وعن ابن مسعود ﷛ إذا فرغ من هذه السورة قال:”آمين“. وعن ابن مسعود ﷛ قال قال رسول الله ﷺ......“[1]

”اور معاذ ﷛ جب اس سورۃ کی قرأت سے فارغ ہوتے تو کہتے ”آمین“، اور ابن مسعود ﷛ جب اس سورۃ کی قرأت سے فارغ ہوتے تو کہتے: ”آمین“، اور ابن مسعود ﷛ کہتے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:......(پھر آگے دوسری حدیث مذکور ہے)......“

عرض ہے کہ معاذ ﷛ کی روایت پر ماقبل میں بات ہوچکی ہے یہاں یہی بات ابن مسعود ﷛ کے حوالے سے لکھی ہے اور یہ کتابت کی غلطی ہے کاتب آگے ابن مسعود ﷛ کے دوسری مرفوع روایت لکھ رہا تھا کہ لیکن ابن مسعود ﷛ کا نام لکھنے کے بعد غلطی سے اس نے ماقبل میں موجود معاذ والی روایت کے الفاظ درج کردئے اس کے بعد دوبارہ ابن مسعود ﷛ کا نام لکھ کر آگے ان کی مرفوع روایت لکھی جو دوسرے موضوع سے متعلق ہے۔

اس کتاب کے محقق کتابت کی اس غلطی پر دھیان نہیں دے سکے اور خود یہ غلطی کر بیٹھے کہ ابن مسعود ﷛ کے نام سے درج ان الفاظ کی تخریج میں ابن جریر طبری کا حوالہ دے دیا حالانکہ ابن جریر کی کتاب میں صرف معاذ ﷛ کی روایت ہی ہے بلکہ دنیا کی کسی بھی کتاب میں یہ روایت ابن مسعود ﷛ کے حوالے سے نہیں ہے نہ ہی تفسیر وغیرہ کے کسی مؤلف نے ابن مسعود ﷛ کے حوالے سے ایسی کوئی روایت ذکر کی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں کتابت کی غلطی ہے۔

---

[1] توفيق الرحمن فی دروس القرآن: ۱/۳۶۸

۞ چوتھی روایت:

أبوعُبید القاسم بن سلاّم البغدادی (المتوفی ۲۲۴) نے کہا:

"حدثنا يحيى بن صالح الحمصى، عن محمد بن عمر، قال: سمعت أبا المعلى، يحدث عن جبير بن نفير، أنه كان إذا قرأ خاتمة البقرة يقول: "آمين آمين" حتى يركع، ويقول وهو راكع حتى يسجد"[1]

"جبیر بن نفیر رحمہ اللہ جب سورہ بقرہ کی آخری آیت پڑھتے تو کہتے "آمین آمین" یہاں تک کہ رکوع میں چلے جاتے اور رکوع میں بھی یہی کہتے یہاں تک سجدے میں جاتے"

اول تو یہ عمل ایک تابعی کی طرف منسوب ہے جو حجت نہیں۔

دوم تابعی مذکور سے یہ ثابت بھی نہیں کیونکہ ان سے نقل کرنے والے "ابوالمعلی" نامعلوم ہیں۔

۞ پانچویں روایت:

امام ابن السنی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۶۴) نے کہا:

"أخبرني أبو عثمان، حدثنا إبراهيم بن نصر، ثنا أبو نعيم، ثنا حنظلة بن أبي المغيرة القاضي، عن عبد الكريم البصري، عن سعيد بن جبير، عن حذيفة، رضي الله عنه قال: صليت خلف النبي صلى الله عليه وسلم، فقرأ سورة البقرة، فلما ختمها قال: "اللهم ربنا لك الحمد" قلت لعبد الكريم: كم مرة؟ قال: سبع مرات. ثم قرأ التي بعدها، فلما ختمها قال نحوا من ذلك حتى بلغ سبعا"[2]

"حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] فضائل القرآن للقاسم بن سلام ص: ۲۳۴ وإسناده ضعيف أبو المعلى لايعرف.

[2] عمل اليوم والليلة لابن السنى ص: ۳۸۶ وإسناده ضعيف، عبدالكريم وحنظلة ضعيفان.

سورۃ البقرہ کی قرأت کی اور جب اسے ختم کیا تو کہا: ”**اللھم ربنا لک الحمد**“ (اے اللہ ! اے ہمارے رب تمام تعریف تیرے لئے ہے)۔ میں نے عبدالکریم سے پوچھا: کتنی بار کہا؟ تو انہیں نے جواب دیا: سات بار۔ پھر اس کے بعد اللہ کے نبی ﷺ نے اس کے بعد والی سورہ (سورہ آل عمران) پڑھی اور جب اسے ختم کیا تو اسی طرح کہا یہاں تک سات کی تعداد پوری کی“

یہ روایت درج ذیل اسباب کی بنا پر ضعیف ہے:

اول:

”عبدالکریم بن أبی المخارق البصری“ ضعیف ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) نے کہا:

”**ضعیف**“[1]، ”یہ ضعیف ہے“

اور دوسرے مقام پر کہا:

”**متروک عند أئمة الحدیث**“[2]، ”ائمہ حدیث کے نزدیک یہ متروک ہے“

دوم:

”حنظلة بن أبی المغیرة“ بھی ضعیف ہے۔

امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۳) نے کہا:

”**لیس بشیء**“[3]، ”اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے“

امام یعقوب بن سفیان الفسوی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۷) نے کہا:

”**وھو ضعیف**“[4]، ”یہ ضعیف ہے“

---

[1] تقریب التھذیب لابن حجر: رقم ٤١٥٦

[2] مقدمة فتح الباری لابن حجر: ص ٤٢١

[3] تاریخ ابن معین، روایة الدوری: ١١٤/٤

[4] المعرفة والتاریخ للفسوی: ٢٣٨/٣

بعض نے لکھا ہے:

''یہ راوی مجہول الحال ہے''[1]

عرض ہے کہ یہ مجہول الحال نہیں بلکہ ''ضعیف'' ہے جیسا کہ حوالے پیش کیے گئے۔

خلاصہ یہ کہ درج بالا ساری روایات ضعیف ومردود ہیں۔

سورہ آل عمران (۳) کی بعض آیات کے جواب سے متعلق روایات:

❁ سورہ آل عمران (۳) کی آیت (۱۸) ﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلائِكَةُ﴾ کے جواب سے متعلق روایت:

○ امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱) نے کہا:

''حدثنا يزيد ، حدثنا بقية بن الوليد ، حدثني جبير بن عمرو ، عن أبى سعد الأنصارى ، عن أبى يحيى ، مولى آل الزبير بن العوام ، عن الزبير بن العوام ، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو بعرفة يقرأ هذه الآية : ﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (۳/آل عمران:۱۸) ''وأنا على ذلك من الشاهدين يا رب''[2]

''زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ عرفہ میں یہ آیت تلاوت کررہے تھے ﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (۳/آل عمران:۱۸) (اللہ تعالیٰ، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عدل کو قائم رکھنے

[1] القراءۃ خلف الإمام للبخاری (مترجم از زبیر علی زئی) ص۸۱

[2] مسند أحمد ط الميمنية : ۱/۱٦٦ وإسناده ضعيف،جبير،أبو سعد،أبو يحيى مجاهيل.

والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں) اس کے بعد کہا: ”وأنا علی ذلک من الشاهدين يا رب“ (اور اے رب! میں اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں)“

یہ روایت ضعیف ہے۔ سند میں موجود ”جبیر بن عمرو، أبو سعد الأنصاری، اور أبو یحیی مولی آل الزبیر“ کی توثیق نہیں ملتی۔

شعیب الارنووط اور ان کے رفقاء فرماتے ہیں:

”ثلاثة مجاهيل“

”یہ تینوں مجہول ہیں“ [1]

○امام طبرانی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۶۰) نے کہا:

”حدثنا أحمد بن رشدين المصری ، حدثنا محمد بن أبی السری العسقلانی ، حدثنا عمر بن حفص بن ثابت بن أسعد بن زرارة الأنصاری ، حدثنا عبد الملک بن يحيی بن عباد بن عبد الله بن الزبير ، عن أبيه ، عن جده ، عن عبد الله بن الزبير ، عن الزبير بن العوام ، قال:......وسمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: لأن يأخذ أحدكم حبلا فيحتطب علی ظهره فيبيع ويأکل ، خير له من أن يسأل الناس أعطوه ، أو منعوه، وسمعت رسول صلی الله عليه وسلم يقول حين تلا هذه الآية : ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ﴾إلی قوله:﴿الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (۳/آل عمران:۱۸) **قال:”وأنا**

[1] تعليق علی المسند لأحمد ط الرسالة:۳/۳۷

أشهد أنک لا إله إلا أنت العزيز الحكيم"،"[1]

"زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ...... میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ تلاوت کرتے ہوئے سنا اور آپ جب ﴿الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (اللہ تعالیٰ، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں) تک پہنچے تو کہا: "وأنا أشهد أنک لا إله إلا أنت العزيز الحكيم" (اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں تو غالب اور حکمت والا ہے)"

یہ روایت ضعیف ہے۔ سند میں موجود "عمر بن حفص بن ثابت" اور "عبد الملک بن یحیی" کی کوئی توثیق نہیں ملتی ہے۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۰۷) فرماتے ہیں:

"وفي أسانيدهما مجاهيل"[2] "ان کی سند میں مجہول رواۃ ہیں"

☆ طبرانی کی ایک روایت میں تقریبا اسی طرح کا عمل امام اعمش رحمہ اللہ سے منقول ہے۔[3]

لیکن اس کی سند میں "عمار بن عمر بن المختار" ہے جس کے بارے میں امام ہیثمی رحمہ اللہ

---

[1] المعجم الكبير للطبراني: (۱۲٤/۱) وإسناده ضعيف، عمربن حفص و عبدالملك بن يحيى مجهولان، وأخرجه أيضا ابن أبي حاتم في تفسيره (٦١٦/٢) من طريق ابن ابي السرى به وعنده عبدالملك عن أبيه عن جده قرأ ......ولفظه: "وأنا أشهد أى رب"، وأخرجه أيضا ابن السني في عمل اليوم و الليلة من طريق ابن أبي السرى وعنده "عبدالملك حدثني أبي، عن جدي، عن الزبير......"ولفظه: "وأنا أشهد أنك أى رب"

[2] مجمع الزوائد للهيثمي: ٣٥٦/٦

[3] المعجم الكبير للطبراني: ١٩٩/١٠ وإسناده ضعيف، فيه عمربن المختاروهو ضعيف.

(المتوفی ۸۰۷) فرماتے ہیں:

''وفیه عمر بن المختار وهو ضعیف''①

''اس میں عمر بن المختار ہے اور یہ ضعیف ہے''

❀سورہ آل عمران (۳) کی آخری آیت ﴿وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ کے جواب سے متعلق روایت:

سورہ بقرہ کی آخری آیت کے بعد ''اللهم ربنا لک الحمد'' پڑھنے سے متعلق جو روایت پیش کی گئی ہے اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ ان الفاظ کو سورہ آل عمران کے اختتام پر بھی پڑھتے تھے۔اور ماقبل میں اس روایت کا ضعیف ہونا ثابت کیا جا چکا ہے۔②

❀سورہ طہ (۲۰) کی آیت نمبر (۱۱۴) ﴿وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ کے جواب سے متعلق روایت:

ابوالعباس المستغفری رحمہ اللہ (المتوفی ۴۳۲) نے کہا:

''أخبرنا أبو عبد الله محمد بن أحمد بن حامد، أَخْبَرَنا محمد بن صالح بن محمود، حَدَّثَنا أبو البختری، حَدَّثَنا یحیی بن آدم، حَدَّثَنا سعید بن صالح حدثنی أبو إسحاق عن علقمة قال: طلبت عبد الله فوجدته فی المسجد یصلی بین المغرب والعشاء فسمعته یقرأ طه فلما بلغ ﴿وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (۲۰/۱۱۴) قال: ''رب زدنی علما رب زدنی علما'' ثلاثا ثم

① مجمع الزوائد للهیثمی: ۶/۳۵۷
② دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۷۲-۷۳)

رکع فقرأ الأعراف وهو راکع"[1]

''علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو تلاش کیا تو انہیں مسجد میں مغرب وعشاء کے بیچ نماز پڑھتے ہوئے پایا تو میں نے سنا آپ نے سورہ طہ کی قرات کی اور جب ﴿وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (۲۰/۱۱٤) (اور کہو: پروردگار! میرا علم بڑھا) پر پہنچے تو تین بار کہا: "**رب زدنی علما**" (اے پروردگار! میرا علم بڑھا) پھر رکوع کیا تو اس میں سورہ اعراف ختم کردی اور وہ رکوع ہی کی حالت میں تھے''

یہ روایت ضعیف ہے۔''ابواسحاق السبیعی'' نے ''عن'' سے روایت کیا ہے اور یہ تیسرے درجے کے مدلس ہیں۔[2]

ان کے مدلس ہونے کے بارے میں مزید تفصیل آرہی ہے۔[3]

تنبیہ:

تخریج أحادیث إحیاء علوم الدین میں ہے:

"**وروى ابن أبي داود في كتاب الشريعة عن إبراهيم النخعي عن علقمة قال صليت إلى جنب عبد الله فافتتح سورة طه فلما بلغ** ﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (۲۰/۱۱٤) **قال: " رب زدني علماً رب زدني علماً"**".[4]

''علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بغل میں نماز پڑھی تو آپ نے سورہ طہ کی قرات شروع کی اور جب ﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (۲۰/۱۱٤) (پروردگار! میرا علم بڑھا) پر پہنچے تو کہا:"**رب زدنی علما، رب زدنی علما**" (اے

[1] فضائل القرآن للمستغفری: ۱/۱٦۲ وإسناده ضعيف، أبوإسحاق عنعن.
[2] طبقات المدلسين لابن حجر ت القريوتي: ص ٤۲
[3] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۱۰۸-۱۰۹)
[4] تخريج أحاديث إحياء علوم الدين: ۲/٦۹۳

پروردگار! میرا علم بڑھا، اے پروردگار! میرا علم بڑھا)‘‘

عرض ہے کہ امام ابن ابی داؤد کی یہ کتاب مفقود ہے اس لئے اس کی مکمل سند نا معلوم ہے۔

واضح رہے کہ اسی سلسلے کی بعض دیگر ضعیف روایات میں یہ صراحت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہاں آیت کا جواب نہیں دیا تھا بلکہ ایک ہی آیت کو بار بار دہرا کر پڑھ رہے تھے۔

محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی (المتوفی ۱۸۹) نے کہا:

’’أخبرنا أبو حنيفة، عن حماد، عن إبراهيم، قال أخبرنا من صلى إلى جانب عبد الله بن مسعود رضى الله عنه وحرص على أن يسمع صوته فلم يسمع غير أنه سمعه يقول: ﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (۲۰/۱۱٤) يرددها مرارا، فظن الرجل أنه يقرأ فى طه‘‘ [1]

ایک شخص جس نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بغل میں نماز پڑھی اور کوشش کیا کہ ان کی آواز سن لے اس کا بیان ہے کہ وہ کچھ نہیں سن سکا سوائے اس کے کہ انہوں نے ﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ (۲۰/۱۱٤) (پروردگار! میرا علم بڑھا) کہا اور پھر اسی کو دہراتے رہے تو اس شخص کو پتہ چلا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سورہ طہ کی قرأت کر رہے تھے‘‘

یہ روایت اصل راوی کے مجہول ہونے کی بنا پر ضعیف ہی ہے تاہم اس میں یہ وضاحت ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیت کا جواب نہیں دیا تھا بلکہ ایک ہی آیت کو بار بار دہرا کر پڑھا تھا۔ یاسر عبدالرحمٰن صاحب نے بھی اس روایت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔ [2]

اور اس سلسلے کی ایک صحیح و ثابت روایت میں صرف یہ ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد نے انہیں یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا جس سے ان کو پتہ چلا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سورہ طہ کی

---

[1] الآثار لمحمد بن الحسن: ۱/۱۳۸ واسناده ضعيف، ”من“ مبهم وأبو حنيفه ضعيف.

[2] موسوعة الأخلاق والزهد والرقائق: ۱/ ۱۱۳

تلاوت کررہے تھے چنانچہ:

امام ابن أبی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۵) نے کہا:

”حدثنا وكيع قال: حدثنا الأعمش، عن إبراهيم، عن علقمة قال: صليت إلى جنب عبد الله بالنهار، فلم أدر أى شيء قرأ حتى انتهى إلى قوله: ﴿ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴾(۲۰/۱۱٤) (پروردگار! میرا علم بڑھا)، فظننت أنه يقرأ في طه“ [1]

”علقمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بغل میں دن کی نماز پڑھی تو مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ آپ نے کیا قرأت کی ہے یہاں تک کہ آپ آیت (﴿ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴾ (۲۰/۱۱٤) (پروردگار! میرا علم بڑھا) پر پہنچے تو مجھے پتہ چلا کہ آپ نے سورہ طہ کی قرأت کی ہے“

یعنی اس صحیح روایت کے مطابق آیت کا جواب دینے یا آیت کو بار بار پڑھنے کی بات نہیں بلکہ صرف ایک آیت کو قدرے جہر سے پڑھنے کی بات ہے جس سے شاگرد کو یہ معلوم ہوگیا کہ وہ کون سی سورہ تلاوت کررہے تھے۔

❁ سورہ الزخرف (۴۳) کی آیت نمبر (۸۰) ﴿ أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ ﴾ کے جواب سے متعلق روایت:

أبوبکر ابن أبی الدنیا (المتوفی ۲۸۱) نے کہا:

”حدثني أبو عبد الله التيمي، قال: حدثني خالد بن الصقر السدوسي، قال: كان أبي خاصا لسفيان الثوري قال أبي: فاستأذنت على سفيان في نحر

[1] مصنف ابن أبي شيبة، ت الحوت: (۱/۳۲۰) و إسناده صحيح عنعنه الاعمش عن ابراهيم مقبولة واخرجه ابن ابی شيبه ايضا (۱/۳۲۱) من طريق منصور عن ابراهيم به وإسناده صحيح

الظهر، فأذنت لي امرأة، فدخلت عليه وهو يقول: ﴿أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ﴾ (٤٣/الزخرف: ٨٠) ثم يقول: "بلى يا رب بلى يا رب" و ينتحب، وينظر إلى سقف البيت ودموعه تسيل. فمكثت جالسا كم شاء الله، ثم أقبل إلي، فجلس معي، فقال: مذ كم أنت ههنا؟ ما شعرت بمكانك"[1]

''صقر السدوسی کہتے ہیں کہ میں نے دوپہر کے وقت سفیان ثوری کے گھر اجازت طلب کی تو ایک خاتون نے اجازت دی، میں گھر میں داخل ہوا تو سفیان ثوری ﴿أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ﴾ (٤٣/الزخرف: ٨٠) (کیا ان کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی پوشیدہ باتوں کو اور ان کی سرگوشیوں کو نہیں سنتے) پڑھ رہے تھے اور اس کے بعد کہہ رہے تھے: "بلى يا رب بلى يا رب" (کیوں نہیں اے رب! کیوں نہیں اے رب!) آپ سسکیاں بھر رہے تھے اور گھر کی چھت کی جانب دیکھتے اور روتے جاتے۔ میں بیٹھا رہا جب تک اللہ نے چاہا پھر وہ میری جانب متوجہ ہوئے اور میرے ساتھ بیٹھ گئے اور کہا: تم کب سے یہاں ہو؟ مجھے تمہاری موجودگی کا احساس نہیں ہوا''

اس سند کے راوی ''خالد بن الصقر السدوسی'' نامعلوم ہیں اس لئے یہ ثابت نہیں۔ نیز یہ مرفوع یا موقوف حدیث نہیں بلکہ سفیان ثوری کا اثر ہے۔

❁ سورہ ق (۵۰) کی آیت نمبر (۴۵) ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ﴾ کے جواب سے متعلق روایت:

مذکورہ آیت کے بعد امام ابن کثیر رحمہ اللہ (المتوفی ۷۷۴) نے لکھا:

''كان قتادة يقول: "اللهم، اجعلنا ممن يخاف وعيدك، ويرجو

[1] الرقة والبكاء لابن أبي الدنيا: ص: ٢٠٧ وإسناده ضعيف، خالد بن الصقر لا يعرف.

موعودک، یا بار، یا رحیم“ [1]

”قتادہ رحمہ اللہ (مذکورہ آیت کے بعد) کہتے: (**اللھم، اجعلنا ممن یخاف وعیدک، ویرجو موعودک، یا بار، یا رحیم**) (اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو تیری وعید سے ڈرتے ہیں اور تیرے وعدے کی امید کرتے ہیں اے خالق! اے رحم کرنے والے)“

یعنی قتادہ مذکورہ آیت کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔

لیکن یہ اول تو قتادہ رحمہ اللہ کا قول ہے جو حجت نہیں دوم قتادہ رحمہ اللہ سے بھی اس قول کی کوئی سند دستیاب نہیں ہے لہٰذا ان سے بھی ثابت نہیں۔

❀ سورہ الذاریات (۵۱) کی آیت نمبر (۲۲) ﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ﴾ کے جواب سے متعلق روایت:

اس آیت کے بعد گواہی دینے سے متعلق عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک اثر مروی ہے جس پر گزشتہ سطور میں بات ہو چکی ہے کہ یہ ثابت نہیں۔ [2]

❀ سورہ الرحمان (۵۵) کی آیت نمبر (۲۷) ﴿وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ کے جواب سے متعلق روایت:

أبوعُبید القاسم بن سلاّم البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۲۴) نے کہا:

”**حدثنا یزید، عن الجریری، عن أبی السلیل، عن صلة بن أشیم، قال: إذا أتیت علی هذه الآیة ﴿وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ**

[1] تفسیر ابن کثیر / دار طیبة: ۷/۴۱۲، لم أجده مسندا۔

[2] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۵۴-۵۸)

وَالْإِكْرَامِ﴾ (٥٥/الرحمن:٢٧) **فقف عندها وسل الله الجليل**"[1]

"امام صلۃ بن اُشیم تابعی رحمہ اللہ (المتوفی ٦٢) کہتے کہ جب اس آیت ﴿وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ (٥٥/الرحمن:٢٧) (صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی) پر پہنچو تو ٹھہر کر اللہ سے سوال کرلیا کرو"

یہ قول تابعی صلۃ بن اُشیم رحمہ اللہ سے ثابت ہے لیکن چونکہ اس خصوصی عمل کی دلیل مرفوع یا موقوف حدیث سے ثابت نہیں ہے اس لئے اسے خصوصی فضیلت وحیثیت نہیں دی جاسکتی۔

❀ سورہ الواقعہ (٥٦) کی ﴿أَفَرَأَيْتُمْ﴾ والی آیات (٥٨)، (٦٣)، (٦٨) کے جواب سے متعلق روایت:

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی ٢١١) نے کہا:

"عن معمر، عن شداد بن جابان، (عن حجر بن قيس المدرى، قال: بت عند أمير المؤمنين على بن أبى طالب رضى الله عنه) فسمعته وهو يصلى من الليل، فقرأ، فمر بهذه الآية: ﴿أَفَرَأَيْتُم مَا تُمْنُونَ ☆ أَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ﴾ (٥٦/الواقعة:٥٨،٥٩) ، **قال: "بل أنت يا رب، بل أنت يا رب، بل أنت يا رب"، ثلاثا، ثم قرأ: ﴿أَفَرَأَيْتُم مَا تَحْرُثُونَ ☆ أَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ**

---

[1] فضائل القرآن للقاسم بن سلام: ص:(٢٥٤)وإسناده صحيح۔وأخرجه أيضا البيهقى فى الصفات:(٢/١١٣)، وابن أبى الدنيا فى الإشراف: ص:(٢١٦)وأبونعيم فى حلية الأولياء (٢/ ٢٥٢) كلهم من طريق ابن عليه عن أيوب، عن حميد بن هلال، قال: قال رجل......فأبهمو القائل، ولعله" صلة بن أشيم" فإنه من مشائخ حميد بن هلال كما فى تاريخ الإسلام للذهبى ت بشار:٢/٦٤٥

الزَّارِعُونَ ﴾(٥٦/الواقعة:٦٣،٦٤) ، قال:"بل أنت يا رب، بل أنت يا رب، بل أنت يا رب"، ثلاثا، قال: ﴿أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ☆ أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ﴾ (٥٦/ الواقعة: ٦٨،٦٩) ، قال:"بل أنت يا رب، بل أنت يا رب"، ثلاثا، ثم قال: ﴿أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ☆ أَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ ﴾ (٥٦/ الواقعة: ٧١،٧٢) ، قال:"بل أنت يا رب"، قالها ثلاثا"[1]

"حجر بن قیس المدری کہتے ہیں کہ میں نے أمیر المؤمنین علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس رات گذاری تو میں نے انہیں نماز میں قرات کرتے ہوئے سنا تو وہ جب اس آیت ﴿أَفَرَأَيْتُم مَّا تُمْنُونَ ☆أَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ﴾ (٥٦/الواقعة:٥٨،٥٩) (اچھا پھر یہ تو بتلاؤ کہ جو منی تم ٹپکاتے ہو کیا اس کا (انسان) تم بناتے ہو یا پیدا کرنے والے ہم ہی ہیں؟) سے گذرے تو کہا"بل أنت يا رب، بل أنت يا رب، بل أنت يا رب" (بلکہ تو اے رب! بلکہ تو اے رب! بلکہ تو اے رب!)، تین بار۔ اور جب آیت ﴿أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ☆أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ﴾ (٥٦/الواقعة:٦٣،٦٤) (اچھا پھر یہ بھی بتلاؤ کہ تم جو کچھ بوتے ہو اسے تم ہی اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں) پڑھی تو کہا:"بل أنت يا رب، بل أنت يا رب، بل أنت يا رب" (بلکہ تو اے رب! بلکہ تو اے رب! بلکہ تو اے رب!)، تین بار۔ اور جب

[1] المصنف لعبد الرزاق ، دار التأصيل(٢/ ٤٥١) وإسناده ضعيف، "شدادبن جابان" لم يوثقه غير ابن حبان، مابين القوسين في الإسناد مصحف في" المصنف" وصوبته من "المستدرك"، فقد أخرجه الحاكم في المستدرك(٢/ ٥١٨) من طريق عبدالرزاق به ، وأخرجه أيضا البيهقي في السنن الكبرى(٢/ ٤٤٠)وفي شعب الإيمان(١/ ٣٩٨)وورد عنده "بشربن جابان" وهو خطأ والصواب" شدادبن جابان" كما عند عبدالرزاق و الحاكم ويؤيده كتب الرجال.

آیت ﴿أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ☆ أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ﴾ (٥٦/ الواقعة: ٦٨، ٦٩) (اچھا یہ بتاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اسے بادلوں سے بھی تم ہی اتارتے ہو یا ہم برساتے ہیں؟) پڑھی تو کہا: ”بل أنت یا رب، بل أنت یا رب، بل أنت یا رب“ (بلکہ تو اے رب! بلکہ تو اے رب! بلکہ تو اے رب!)، تین بار۔ پھر آیت ﴿أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ☆ أَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ﴾ (٥٦/ الواقعة: ٧١، ٧٢) (اچھا ذرا یہ بھی بتاؤ کہ جو آگ تم سلگاتے ہو اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم اس کے پیدا کرنے والے ہیں؟) پڑھی اور کہا: ”بل أنت یا رب“ (بلکہ تو اے رب!)، اسے تین بار کہا“

اس کی سند ضعیف ہے ”شداد بن جابان“ کو صرف ابن حبان رحمہ اللہ نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی کوئی بھی معتبر توثیق نہیں ملتی ہے، اور نہ ہی معمر کے علاوہ اس کا کوئی اور شاگرد ملتا ہے۔ لہٰذا اس کی ثقاہت ثابت نہیں علامہ مقبل رحمہ اللہ نے اسے ”مجهول“ لکھا ہے۔[1]

لہٰذا اس کے سبب یہ روایت ضعیف ہے۔

أبو عُبید القاسم بن سلاّم البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۲۴) نے یہی بات امام أبو جعفر الباقر رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۰) سے بھی روایت کی ہے۔[2]

لیکن اس کی سند میں ”عمر بن عطیۃ“ ہے جس کی معتبر توثیق موجود نہیں ہے لہٰذا یہ روایت بھی ضعیف ہے علاوہ بریں یہ مرفوع یا موقوف روایت نہیں ہے بلکہ ایک تابعی کی طرف منسوب بات ہے۔

---

1. المستدرك على الصحيحين للحاكم (ط مقبل):٢/٥٦٢ (حاشيه)
2. فضائل القرآن للقاسم بن سلام :ص:١٥٢

❁ سورۃ الملک (٦٧) کی آیت نمبر (٣٠) ﴿إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَعِينٍ﴾ کے جواب سے متعلق روایت:

جلال الدین المحلی رحمہ اللہ (المتوفی ٨٦٤) لکھتے ہیں:

''ویستحب أن یقول القارئ عقب ﴿......مَعِينٍ﴾(٦٧/الملك: ٣٠) '' الله رب العالمین'' کما ورد فی الحدیث''[1]

''مستحب ہے کہ قاری ﴿......مَعِينٍ﴾(٦٧/الملك: ٣٠) (آپ کہہ دیجئے! کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر تمہارے (پینے کا) پانی زمین میں اتر جائے تو کون ہے جو تمہارے لیے نتھرا ہوا پانی لائے؟) کے بعد کہے:''اللہ رب العالمین'' (اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) جیسا کہ حدیث میں وارد ہے''

عرض ہے کہ دستیاب ذخیرہ احادیث میں ایسی کوئی صحیح حدیث نہیں ملتی ہے۔ لہٰذا اس عمل کی مشروعیت کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

❁ سورہ القیامۃ (٧٥) کی آیت نمبر (٤٠) ﴿أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ﴾ کے جواب سے متعلق روایات:

اس سلسلے کی مرفوع روایات ضعیف ہیں:

۞ پہلی روایت: حدیث ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ:

امام أبوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی ٢٧٥) نے کہا:

''حدثنا عبد الله بن محمد الزهری، حدثنا سفیان، حدثنی إسماعیل بن أمية، سمعت أعرابيا يقول: سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله

[1] تفسير الجلالين: ص:٧٥٧ ، لم أجده مسندا۔

صلی اللہ علیہ وسلم: من قرأ منكم ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾ ، فانتهى إلى آخرها: ﴿أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ (۹۵/التين:۸) ، فليقل: "بلى، وأنا على ذلك من الشاهدين"، ومن قرا: ﴿لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾، فانتهى إلى ﴿أَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ (۷۵/القيامة: ۴۰)، فليقل: "بلى"، ومن قرا: ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ﴾، فبلغ: ﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ﴾ (۷۷/المرسلات: ۵۰)، فليقل: "آمنا بالله"،"[1]

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جو شخص سورۃ ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾ پڑھے اسے چاہیئے کہ جب اس کی آخری آیت ﴿أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾(۹۵/التين:۸) (کیا اللہ تعالیٰ (سب) حاکموں کا حاکم نہیں ہے) پر پہنچے تو کہے: "بلى وأنا على ذلك من الشاهدين" (کیوں نہیں اور میں اس کی گواہی دینے والوں میں سے ہوں)، اور جو سورۃ القیامہ ﴿لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ پڑھے اور ﴿أَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ (۷۵/ القيامة: ۴۰) (کیا اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کر دے) پر پہنچے تو کہے: "بلى" (کیوں نہیں)، اور جو سورۃ والمرسلات ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ﴾ پڑھے اور ﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ﴾(۷۷/المرسلات: ۵۰) (اب اس قرآن کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے؟) پر پہنچے تو کہے: "آمنا بالله" (ہم اللہ پر ایمان لائے)"

یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ "اعرابی" نامعلوم ہے۔

---

[1] سنن أبي داود(۱/۲۳۴) رقم(۸۸۷)، وإسناده ضعيف ، أعرابي لايعرف، و أخرجه الترمذي(۵/۴۴۳)مختصرا بما يتعلق بـ ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾من طريق سفيان به ، إسماعيل بن أمية أرسل هذ الحديث عند عبدالرزاق ، ت الأعظمي:۲/۴۵۲

☆ **تنبیہ اول:**

ابن علیہ نے اسماعیل بن امیہ سے اسی روایت کو نقل کیا تو سفیان بن عیینہ کے برخلاف سند میں اعرابی کی جگہ ''عبدالرحمٰن بن القاسم'' نام ذکر کر دیا اور متن کو موقوفاً بیان کیا۔[1]

ابن علیہ کی اس روایت کے بارے میں ابن المدینی رحمہ اللہ نے سفیان بن عیینہ سے سوال کیا تو سفیان بن عینہ نے کہا: ''**لم یحفظ**'' یعنی ابن علیہ سند کو ٹھیک طرح سے یاد نہیں کر سکے۔[2]

بالفرض سند میں ''عبدالرحمٰن بن القاسم'' کا اضافہ درست مان لیں تو بھی یہ سند ضعیف ہوگی کیونکہ بقول حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے عبدالرحمٰن بن القاسم نے نہیں سنا ہے۔[3]

☆ **تنبیہ دوم:**

نصر بن طریف (متروک) نے اسماعیل بن امیہ سے اسی روایت کو نقل کیا تو سفیان بن عیینہ کے برخلاف سند میں اعرابی کی جگہ ''محمد بن عبدالرحمٰن بن سعد'' نام ذکر کر دیا۔[4]

نصر بن طریف ضعیف ومتروک ہے اور یہاں اس نے سفیان بن عیینہ کی مخالفت کی ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں، علاوہ بریں محمد بن عبدالرحمٰن بن سعد کا سماع بھی ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے بعید معلوم ہوتا ہے بلکہ امام مزی نے صراحتاً اس کے اور ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے بیچ میں ایک واسطہ کا ذکر کیا ہے۔[5]

تنبیہ سوم:

یزید بن عیاض (کذاب) نے اسماعیل بن امیہ سے اسی روایت کو نقل کیا تو سفیان بن

---

1. فضائل القرآن للقاسم بن سلام :ص:١٥٢
2. العلل للدارقطنی، ت الدباسی:٥/٤٢٩، نتائج الأفکار لابن حجر:٢/٤٤
3. نتائج الأفکار لابن حجر:٢/٤٤
4. الفوائد الشهير بالغيلانيات لأبی بکر الشافعی:١/ ٥٥٨
5. تحفة الأشراف للمزی:١١/١٠٥

عیینہ کے برخلاف سند میں اعرابی کی جگہ ''أبوالیسع'' نام ذکر کر دیا۔ [1]

یہ سند بھی ثابت نہیں ہے کیونکہ ''یزید بن عیاض'' کذاب ہے۔امام أحمد بن صالح المصری (المتوفی ۲۴۸) نے اسے حدیث گھڑنے والا قرار دیا ہے۔ [2]

مزید یہ کہ ابوالیسع کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸) فرماتے ہیں:

''أبو اليسع لا يعرف'' [3] ''ابوالیسع غیر معروف ہے''

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت کی سند گمنام اعرابی ہی کے واسطے سے مروی ہے امام ترمذی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۹) فرماتے ہیں:

''هذا حديث إنما يروى بهذا الإسناد عن هذا الأعرابى، عن أبى هريرة ولا يسمى'' [4]

''یہ حدیث اسی سند سے اس اعرابی کے واسطے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس اعرابی کا نام ذکر نہیں ہے''

دوسری روایت: غیر مسمی صحابی:

امام أبوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۵) نے کہا:

''حدثنا محمد بن المثنى، حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبة، عن موسى بن أبى عائشة، قال: كان رجل يصلى فوق بيته، وكان إذا قرأ: ﴿أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ (۷۵/ القيامة: ۴۰) **، قال: ''سبحانك فبلى''، فسألوه عن ذلك، فقال: سمعته من رسول الله صلى**

---

[1] المستدرك على الصحيحين للحاكم: ۲/ ۵۵۴

[2] الجرح والتعديل لابن أبى حاتم، ت المعلمى: ۹/ ۲۸۲ وإسناده صحيح

[3] المغنى فى الضعفاء للذهبى، ت نور: ۲/ ۸۱۶

[4] سنن الترمذى ت شاكر: ۵/ ۴۴۳

الله علیه وسلم، ''[1]

موسی بن ابی عائشہ کہتے ہیں ایک صاحب اپنی چھت پر نماز پڑھا کرتے تھے، جب وہ آیت کریمہ ﴿أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ﴾ (۷۵/ القیامة: ۴۰) (کیا اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کردے) پر پہنچتے تو ''**سبحانک فبلی**'' (تو پاک ہے پس کیوں نہیں) کہتے ،لوگوں نے اس سے ان کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: میں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔''

یہ روایت منقطع ہے کیونکہ '' موسی بن ابی عائشہ'' اور صحابی کے درمیان دو مبہم ناموں کا واسطہ ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم اور ابو عبید کی روایت میں صراحت ہے۔[2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) فرماتے ہیں:

''وروايتنا من طريق أبى النضر أتم؛ وفيها مبهمان لا يعرف حالهما ولا عينهما وسقطت من رواية أبى داود''[3]

''اور'' ابوالنضر '' کے طریق سے ہماری روایت کردہ سند میں دو مبہم رواۃ ہیں جن کی حالت وشخصیت غیر معروف ہے اوران دونوں کا ذکر ابوداؤد کی روایت سے ساقط ہے''

---

[1] سنن أبی داود: (۱/ ۲۳۳ رقم ۸۸۴)وإسناده ضعيف، بين موسى والصحابى رجلان مبهمان،وورد فيه "فبكى" والصواب" فبلى" كما أخرجه البيهقى فى السنن الكبرى (۲/ ۴۴۰)من طريق أبى داؤد به وفيه "سبحانك فبلى"۔ وأخرجه أيضا ابن أبى حاتم كما فى نتائج الأفكار لابن حجر(۲/ ۴۸) من طريق شعبه به وعنده "عن رجل عن آخر" ولفظه: " سبحانك اللهم فبلى" .وأخرجه أيضا أبوعبيد فى فضائل القرآن: ص: (۱۵۱)من طريق أبى النضر عن شعبه به وورد عنده" عن رجل عن آخر، عن آخر" ولفظه :"**سبحانك اللهم وبلى**"

[2] ابن أبى حاتم كما فى نتائج الأفكار لابن حجر:۲/ ۴۸ ،فضائل القرآن لابى عبيد: ص:۱۵۱

[3] نتائج الأفكار لابن حجر:۲/ ۵۰

ان واسطوں کی موجودگی کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ موسیٰ بن أبی عائشۃ ارسال کرنے والے راوی ہیں اور صحابہ سے براہ راست ان کی روایت ثابت نہیں ہے۔

شیخ شعیب الأرنؤوط فرماتے ہیں:

"وإسناده منقطع"، "اس کی سند منقطع ہے" [1]

تیسری روایت: حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ:

أبو العباس جعفر بن محمد المستغفری رحمہ اللہ (المتوفی ۴۳۲) نے کہا:

"حدثنا أبو عمرو محمد بن محمد بن صابر، حدثنا عبد الله بن جعفر بن الحسين، حدثنا عثمان بن أبي شيبة، حدثنا الفضل بن دكين، حدثنا عبد السلام بن حرب عن إسحاق بن عبد الله بن أبي فروة عن محمد بن المنكدر عن جابر بن عبد الله أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا قرأت ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾ فبلغت ﴿بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ (۹۵/التين:۸) فقل: "بلى" وإذا قرأت ﴿لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ فبلغت ﴿أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ (۷۵/ القيامة: ۴۰) فقل: " بلى"، " [2]

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم سورۃ التین ﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾ پڑھو اور ﴿بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ (۹۵/التین:۸) (کیا اللہ تعالیٰ (سب) حاکموں کا حاکم نہیں ہے) پر پہنچو تو کہو: "بلی" (کیوں نہیں) اور جب تم سورۃ القیامہ ﴿لَا أُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ﴾ پڑھو اور ﴿أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ (۷۵/ القیامۃ: ۴۰) (کیا اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ

[1] سنن أبي داود ت الأرنؤوط: ۲/۱۶۳ حاشیہ: ۱

[2] فضائل القرآن للمستغفري: ۱/۱۷۳ وإسناده ضعيف جدا، "إسحاق بن عبدالله بن أبي فروه" متروك.

کردے) پر پہنچو تو کہو: ”بلی“ (کیوں نہیں)“

یہ روایت بھی سخت ضعیف ہے۔ ”إسحاق بن عبداللہ بن أبی فروۃ“ کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) نے کہا:

”متروک“، ”یہ متروک ہے“[1]

چوتھی روایت: حدیث براء رضی اللہ عنہ:

أبوبکر أحمد بن جعفر القطیعی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۶۸) نے کہا:

”حدثنا محمد قال: حدثنا شعیب بن بیان الصفار قال: حدثنا شعبة قال: حدثنی یونس جلیس لأبی إسحاق الهمدانی عن البراء بن عازب قال: لما نزلت هذه الآیة: ﴿أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ (۷۵/ القیامة: ۴۰)، قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ”سبحانک وبلی“[2]

”براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت ﴿أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ (۷۵/ القیامة: ۴۰) (کیا اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کردے) نازل ہوئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: ”سبحانک وبلی“ (تو پاک ہے کیوں نہیں)“

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ امام قطیعی کا استاذ ”محمد“ یہ ”محمد بن یونس القطیعی“ ہے۔

امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی ۳۵۴) نے کہا:

”کان یضع علی الثقات الحدیث وضعا ولعله قد وضع أکثر من ألف

---

[1] تقریب التهذیب لابن حجر: رقم۳٦۸

[2] جزء الألف دینار للقطیعی ص(۴۵۱) وإسناده موضوع، شیخ القطیعی ”محمد“ هو ”محمد بن یونس القطیعی وهو کذاب وضاع. ومن طریق القطیعی أخرجه الثعلبی فی تفسیره: ۱۰/ ۹۲

حدیث“[1]

”یہ ثقات کے حوالے سے حدیث گھڑتا تھا اور اس نے شاید ایک ہزار سے زائد احادیث گھڑی ہیں“

امام دارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۸۵) نے کہا:

”کان الکدیمی یتهم بوضع الحدیث“

”(محمد بن یونس) کدیمی حدیث گھڑنے سے متہم تھا“[2]

اس کے علاوہ ”یونس، جلیس ابی اسحاق“ کی توثیق بھی نامعلوم ہے۔

پانچویں روایت: مرسل قتادة:

امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ (المتوفی ۳۱۰) نے کہا:

”حدثنا ابن عبد الأعلى، قال: ثنا ابن ثور، عن معمر، قال: كان قتادة إذا تلا: ﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ (۹۵/التین:۸) قال: ”بلى وأنا على ذلك من الشاهدين“ أحسبه كان يرفع ذلك؛ وإذا قرأ: ﴿أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ (۷۵/ القیامة: ۴۰) قال: ”بلى“، وإذا تلا: ﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ﴾ (۷۷/المرسلات: ۵۰) قال: ”آمنت بالله، وبما أنزل“،“[3]

قتادہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ (۹۵/التین:۸) (کیا اللہ تعالیٰ (سب) حاکموں کا حاکم نہیں ہے) کی تلاوت کرتے تو

---

[1] المجروحين لابن حبان: ۲/ ۳۱۳

[2] سؤالات حمزة للدارقطني، ت موفق: ص: ۱۱۱

[3] تفسير الطبري ط هجر (۲۴/ ۵۲۶) قتاده أرسل، وأخرجه الطبري ط هجر (۲۴/ ۵۲۵) من طريق سعيد عن قتاده ولفظه: ﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ (۹۵/التین:۸): ذكر لنا أن نبي الله صلى الله عليه وسلم كان إذا قرأها قال: ” بلى، وأنا على ذلك من الشاهدين“

کہتے: "بلی وأنا علی ذلک من الشاهدین" (کیوں نہیں اور میں اس کی گواہی دینے والوں میں سے ہوں) راوی کا گمان ہے کہ قتادہ اسے مرسلا بیان کرتے تھے۔ اور جب آپ ﷺ ﴿أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ (۷۵/ القیامة: ۴۰) (کیا اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کردے) پڑھتے تو کہتے: "بلی" (کیوں نہیں) اور جب ﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ﴾ (۷۷/المرسلات: ۵۰) (اب اس قرآن کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے؟) کی تلاوت کرتے تو کہتے: "آمنت باللہ، وبما أنزل" (میں اللہ پر ایمان لایا اور جو اللہ نے نازل کیا اس پر)"

یہ روایت مرسل ہے قتادہ نے اللہ کے نبی ﷺ تک اپنی سند بیان نہیں کی ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی موقوف فعلی روایت:

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ (المتوفی ۲۱۱) نے کہا:

"عن معمر، عن أبی إسحاق، عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس، أنه کان إذا قرأ: ﴿أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ (۷۵/ القیامة: ۴۰)، قال: "سبحانک اللهم بلی"، وإذا قرأ: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (۸۷/الأعلی: ۱) قال: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى""[1]

[1] مصنف عبد الرزاق (۲/ ۴۵۱)، تفسیر عبد الرزاق (۳/۴۴۲) وإسناده ضعیف، أبوإسحاق عنعن، وأخرجه الطبری فی تفسیره ط هجر (۲۴/۵۲۶) من طریق أبی الوکیع، وأخرجه أبوعبید فی فضائل القرآن: (ص ۱۵۱) من طریق سفیان. کلهم (معمر وأبوالوکیع وسفیان) من طریق أبی إسحاق به۔ وأخرجه أیضا ابن أبی حاتم فی تفسره (۱۰/۳۳۸۹) من طریق سفیان عن أبی اسحاق به لکن زاد فی الإسناد" مسلم البطین" بین أبی إسحاق وسعیدبن جبیر. وأبوإسحاق السبیعی قد تابعه أیوب عن سعید بن جبیر عند المستغفری فی فضائل القرآن (۱/۱۷۴)، لکن الإسناد إلیه ضعیف، شیخ المستغری لم أجد له ترجمة ولا توثیقا.

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ جب ﴿أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ (۷۵/ القیامة: ٤٠) (کیا اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کردے) پڑھتے تو کہتے: "سبحانک اللھم بلی" (تو پاک ہے اے اللہ کیوں نہیں)۔ اور جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (۸۷/الأعلى: ۱) (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھتے تو کہتے: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے)''

یہ فعلی موقوف روایت ضعیف ہے سند میں تیسرے طبقہ کے مدلس ابواسحاق السبیعی کا عنعنہ ہے جن کے بارے میں تفصیل آرہی ہے۔ [1]

فضائل القرآن للمستغفری (۱/۱۷۴) میں ایوب نے ابواسحاق کی متابعت کی ہے مگر ان تک سند ثابت نہیں کیونکہ اس سند میں موجود امام مستغفری کے شیخ کی توثیق یا ان کا تعارف کہیں نہیں ملتا۔

البتہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نماز کی صراحت کے بغیر قولا یہ بات ثابت ہے جیسا کہ صحیح روایات کے ضمن میں اسے پیش کیا جاچکا ہے۔ [2]

❁ سورہ الإنسان (۷٦) کی آیت نمبر (۱) ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا﴾ کے جواب سے متعلق روایات:

پہلی روایت:

أبوعُبید القاسم بن سلّام البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۲۴) نے کہا:

"حدثنا كثير بن هشام، عن جعفر بن برقان، قال: حدثنا يزيد بن أبي

[1] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۱۰۸-۱۰۹)

[2] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۳۲)

زیاد، أن عبد الله بن مسعود، سمع رجلا قرأ ﴿هَلۡ أَتَىٰ عَلَى ٱلۡإِنسَٰنِ حِينٞ مِّنَ ٱلدَّهۡرِ لَمۡ يَكُن شَيۡـٔٗا مَّذۡكُورًا﴾ (۷۶/ الإنسان: ۱) **فقال: "إی وعزتک، فجعلته سمیعا بصیرا، وحیا ومیتا"،**[1]

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سنا اس نے **﴿هَلۡ أَتَىٰ عَلَى ٱلۡإِنسَٰنِ حِينٞ مِّنَ ٱلدَّهۡرِ لَمۡ يَكُن شَيۡـٔٗا مَّذۡكُورًا﴾** (۷۶/ الإنسان: ۱) (یقیناً گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں جب کہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا) پڑھا تو آپ نے کہا "**إی وعزتک، فجعلته سمیعا بصیرا، وحیا ومیتا**" (قسم تیری عزت کی تو نے اسے سننے والا اور دیکھنے والا، زندہ اور مردہ بنایا)"

یہ روایت کئی اسباب کی بنا پر ضعیف ہے۔

اول:

سند منقطع ہے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات (۳۳) ہجری میں ہوئی ہے۔[2]

اور ان کی وفات کے (۱۴) سال بعد "یزید بن أبی زیاد" کی پیدائش (۴۷) ہجری میں ہوئی ہے۔[3]

دوم:

"یزید بن أبی زیاد القرشی الکوفی"، ضعیف ہے۔[4]

---

[1] فضائل القرآن للقاسم بن سلام: ص: (۱۵۰) و من طریق ابی عبید اخرجه المستغفری فی فضائل القران: ۱/ ۱۷۵ و إسناده ضعیف، یزید لم یسمع من ابن مسعود و هو ضعیف۔

[2] تهذیب الکمال للمزی: ۱۶/ ۱۲۷

[3] المجروحین لابن حبان: ۳/ ۱۰۰

[4] تقریب التهذیب لابن حجر: رقم ۷۷۱۷

دوسری روایت:

أبوالعباس جعفر بن محمد المستغفر ی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۳۲) نے کہا:

"اخبرنا الشیخ أبو بکر، حدثنا بکر، حدثنا عبد، حدثنا کثیر بن ھشام، حدثنا جعفر بن برقان، حدثنا یزید بن أبی زیاد أن ابن مسعود سمع رجلا یتلو ھذہ الآیة ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا﴾ (۷۶/ الإنسان:۱) فقال ابن مسعود: "یالیتھا تمت" فعوتب فی قولہ ھذا فأخذ عودا من الأرض فقال: "یالیتنی کنت مثل ھذا"، "[1]

"عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ آیت ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا﴾ (۷۶/ الإنسان:۱) (یقیناً گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں جب کہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا) تلاوت کرتے ہوئے سنا تو کہا: "یالیتھا تمت" (کاش یہ معاملہ یہیں پر تمام ہوجاتا) اس پر کچھ لوگوں نے گرفت کی تو انہوں نے زمین سے لکڑی کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور کہا: کاش میں اس جیسا ہوتا"

یہ روایت بھی ماقبل والی روایت کی طرح ضعیف ہے یعنی سند منقطع ہے اور "یزید بن ابی زیاد ضعیف" ہے جیسا کہ وضاحت ہوچکی ہے۔[2]

تیسری روایت:

امام ابن أبی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۵) نے کہا:

"حدثنا أبو أسامة، عن مسعر، قال سمعت عون بن عبد الله یقول: قرأ رجل عند عبد الله بن مسعود: ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ

[1] فضائل القرآن للمستغفری: ۱/۱۷۵ وإسنادہ ضعیف کسابقه۔

[2] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۹۶)

یَکُنْ شَیْئًا مَذْکُورًا ﴾ (٧٦/ الإنسان:١)، **فقال عبد الله:" ألا ليت ذلك تم"،"** [1]

"ایک شخص نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ﴿**هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا** ﴾ (٧٦/ الإنسان:١) (یقیناً گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں جب کہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا) پڑھا تو آپ نے کہا:" **ألا ليت ذلك تم**"(کاش یہ معاملہ یہیں پر تمام ہو جاتا)"

یہ روایت منقطع ہونے کے سبب ضعیف ہے "عون بن عبداللہ" کی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہے۔ [2]

شیخ سعد بن ناصر الشثری اپنے نسخہ میں اس روایت پر حاشیہ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"**منقطع، عون لم يسمع من ابن مسعود**" [3]

"یہ روایت منقطع ہے عون نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا"

مصنف ابن ابی شیبہ کے ایک دوسرے محقق اُسامۃ بن ابراہیم نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے یہی بات کہی ہے۔ [4]

چوتھی روایت:

اُبو العباس جعفر بن محمد المستغفری رحمہ اللہ (المتوفی ۴۳۲) نے کہا:

"**أخبرنا أبو بكر القلانسي، حدثنا بكر بن المرزبان، حدثنا عبد بن حميد، حدثنا كثير بن هشام، حدثنا جعفر بن برقان قال :بلغني أن عمر بن**

---

[1] مصنف ابن أبي شيبة، سلفية:١٣/ ٢٩٨ وإسناده ضعيف عون لم يلق ابن مسعود۔

[2] المراسيل لابن أبي حاتم ت قوجاني:ص:٥١،جامع التحصيل للعلائي:ص:٤٩، تحفة التحصيل في ذكر رواة المراسيل ص:٢٥١

[3] مصنف ابن أبي شيبة،إشبيليا:١٩/ ٣٣٩

[4] مصنف ابن أبي شيبة/الفاروق:١٢/ ٧٨

الخطاب تلا هذه الآية ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا﴾ (٧٦/ الإنسان: ١) **فقال:"إى وعزتك، فجعلته سميعا بصيرا، وحيا وميتا"،"**[1]

"عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس آیت ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا﴾ (٧٦/ الإنسان: ١) (یقیناً گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں جب کہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا) کی تلاوت کی تو کہا: "**إى وعزتك، فجعلته سميعا بصيرا، وحيا وميتا**" (قسم تیری عزت کی تو نے اسے سننے والا اور دیکھنے والا، زندہ اور مردہ بنایا)"

یہ روایت ضعیف ہے جعفر بن برقان (المتوفی ۱۵۰) تبع تابعی ہیں اور انہوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک اپنی سند بیان نہیں کی ہے۔

۞ پانچویں روایت:

أبو عُبید القاسم بن سلّام البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۲۴) نے کہا:

"**حدثنا حجاج، عن أبى عمر، زياد بن أبى مسلم، عن صالح أبى الخليل، أن عمر بن الخطاب، رضى الله عنه سمع رجلا، يقرأ ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا﴾** (٧٦/ الإنسان: ١) **فقال:"ياليتها تمت"،"**[2]

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا﴾ (٧٦/ الإنسان: ١) (یقیناً گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے

---

[1] فضائل القرآن للمستغفرى: ١٧٦/١ وإسناده ضعيف ، جعفربن برقان لم يلق عمر.

[2] فضائل القرآن لأبى عبيدص: (١٥٠) وإسناده ضعيف، صالح أبى الخليل أرسله وهو من أتباع التابعين، وأخرجه ايضا ابن المبارك فى الزهد : (٧٩/١)من طريق أبى عمر به.

میں جب کہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا) پڑھتے ہوئے سنا تو کہا: ''یالیتها تمت'' (کاش یہ معاملہ یہیں پر تمام ہو جاتا)''

یہ روایت منقطع ہونے کے سبب ضعیف ہے۔ ''صالح بن أبی مریم، أبو الخلیل البصری'' صغار تابعین کے دور کے یعنی چھٹے طبقے کے ہیں اور ان کی ملاقات کسی بھی صحابی سے نہیں ہے۔[1]

❁ سورہ المرسلات (۷۷) کی آخری آیت ﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ﴾ کے جواب سے متعلق روایت:

سورہ القیامۃ (۷۵) کی آیت نمبر (۴۰) ﴿أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ﴾ کے جواب سے متعلق ماقبل میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اور قتادہ کی جو مرسل روایت گذر چکی ہے اس میں سورہ مرسلات کے اختتام پر '' آمنا بالله'' یا '' آمنت بالله، وبما أنزل'' پڑھنے کی بات مذکور ہے لیکن یہ روایات ضعیف ہیں جیسا کہ تفصیل گذر چکی ہے۔[2]

❁ سورۃ الانفطار (۸۲) کی آیت نمبر (۶) ﴿يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾ کے جواب سے متعلق روایات:

۞ پہلی روایت:

أبو عُبید القاسم بن سلّام البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۲۴) نے کہا:

''حدثنا أبو عبيد حدثنا كثير بن هشام، عن جعفر بن برقان، عن صالح

---

[1] تقریب التهذیب لابن حجر: رقم ۲۸۸۷

[2] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۸۷ أیضا ۹۳)

بن مسمار، قال: بلغنا أن رسول الله ﷺ تلا هذه الآية ﴿يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾(٨٢/الانفطار:٦) **فقال: ”جهله“**،“[1]

”صالح بن مسمار کہتے ہیں کہ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس آیت **﴿يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾**(٨٢/الانفطار:٦)(اے انسان! تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا) کی تلاوت کی اور کہا:”**جهله**“(اس کی جہالت نے)“

یہ روایت تفسیری معلوم ہوتی ہے، علاوہ بریں درج ذیل اسباب کی بنا پر ضعیف ہے:

اول:

سند منقطع ہے صالح بن مسمار، البصری نے نبی ﷺ تک اپنی سند بیان نہیں کی ہے۔اور یہ ساتویں طبقہ کی تبع تابعی ہیں۔[2]

دوم:

”صالح بن مسمار البصری“ کی معتبر توثیق موجود نہیں ہے۔اسے ابن حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں کہا ہے۔

دوسری روایت:

امام ابن أبی حاتم رحمہ اللہ (المتوفی ٣٢٧) نے کہا:

”حدثنا أبي، حدثنا ابن أبي عمر، حدثنا سفيان: أن عمر سمع رجلا يقرأ: ﴿يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾(٨٢/الانفطار:٦)**فقال**

---

[1] فضائل القرآن لأبي عبيد:ص:(١٥١)،وإسناده ضعيف،صالح بن مسمار أرسله وهو من أتباع التابعين ولم يوثقه غير ابن حبان، وأخرجه الثعلبي في تفسيره (١٠/١٤٦) ومن طريقه الواحدي في تفسيره (٤/٤٣٥)من طريق كثير بن هشام به.

[2] تقريب التهذيب لابن حجر:رقم ٢٨٨٩

عمر: ''الجهل''،''[1]

عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ﴿يَـا أَيُّهَـا الْـإِنسَـانُ مَـا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾ (۸۲/الانفطار:٦) (اے انسان! تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا) پڑھتے ہوئے سنا تو کہا: ''الجهل'' (جہالت نے)''

یہ سند منقطع ہے سفیان سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک کا واسطہ موجود نہیں لہٰذا یہ بھی ثابت نہیں۔

تنبیہ:

ابونعیم کی روایت میں سند میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جگہ ''عمر بن ذر'' کا نام آیا ہے یہ غلط ہے، صحیح نام عمر (بن الخطاب رضی اللہ عنہ) ہی ہے جیسا کہ سعید بن منصور کی روایت میں صراحت ہے اور ائمہ مفسرین نے بھی یہ قول عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی کی طرف منسوب کیا ہے۔ نیز ابونعیم والی سند میں ایک راوی ''عبداللہ بن محمد بن عمران'' نامعلوم التوثیق ہے۔ علاوہ بریں یہ روایت تفسیری معلوم ہوتی ہے۔

تیسری روایت:

امام ابن أبي حاتم رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۷) نے کہا:

''حدثنا عمر بن شبة، حدثنا أبو خلف، حدثنا يحيى البكاء، سمعت ابن عمر يقول وقرأ هذه الآية: ﴿يَـا أَيُّهَـا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾ (۸۲/الانفطار:٦) **قال ابن عمر: ''غره-والله - جهله''،''**[2]

[1] تفسير ابن كثير ت سلامة:(۳٤۲/۸) وإسناده ضعيف سفيان أرسله،وأخرجه أيضا أبونعيم فى حلية الأولياء(۱۱۲/٥)من طريق ابن أبى عمر به، وورد عنده'' عمر بن ذر'' وهو خطأ، وأخرجه أيضا سعيد بن منصور فى سننه (الكتملة) ،(۲۷۳/۸):من طريق سفيان به وعنده ''عمر بن الخطاب'' وهو الصواب وكذا نقله السيوطى فى الدر المنثور:(٤۳۹/۸)، ولفظ سعيد بن منصور:**''الجهل،الجهل''**

[2] تفسير ابن كثير ت سلامة :۳٤۲/۸ وإسناده ضعيف،يحيى البكاء وأبوخلف ضعيفان.

''ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت ﴿يَـا أَيُّهَـا الْـإِنسَـانُ مَـا غَـرَّكَ بِـرَبِّكَ الْكَـرِيمِ﴾ (۸۲/الانفطار:٦) (اے انسان! تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا) پڑھی اور کہا: ''**غره-والله - جهله**'' (اللہ کی قسم انسان کو اس کے جہالت نے دھوکہ میں ڈالا ہے''

یہ روایت تفسیری معلوم ہوتی ہے نیز درج ذیل اسباب کی بنا پر ضعیف ہے۔

اول:

''یحیی البکاء'' کو بہت سارے محدثین نے ضعیف ہے بلکہ بعض نے سخت جرح کی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) نے کہا:

''**ضعیف**''[1] ''یہ ضعیف ہے''

دوم:

''أبو خلف عبد اللہ بن عیسی بن خالد الخزاز البصری'' بھی محدثین کے نزدیک ضعیف ہے

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) نے کہا:

''**ضعیف**''[2] ''یہ ضعیف ہے''

چوتھی روایت:

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۵۸) نے کہا:

''أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، حدثنا الحسن بن مكرم، حدثنا على بن عاصم حدثنا عاصم بن كليب، عن أبى بردة، قال: كان أبو موسى إذا قرأ ﴿يَـا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ

---

[1] تقریب التھذیب لابن حجر:رقم٧٦٤٥

[2] تقریب التھذیب لابن حجر:رقم٣٥٢٤

الْكَرِيمِ ﴾(۸۲/الانفطار:۶) **قال:"يعنى الجهل"،"**[1]

"ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ جب ﴿**يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ**﴾(۸۲/الانفطار:۶) (اے انسان! تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا) پڑھتے تو کہتے:"**يعنى الجهل**"(یعنی جہالت نے انسان کو دھوکہ میں ڈالا ہے)"

اول تو یہ تفسیری روایت ہے دوسرے یہ سخت ضعیف ہے اس کی سند میں "علی بن عاصم بن صھیب" ہے۔کئی محدثین نے اس پر کذاب ہونے کی جرح کی ہے۔

امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۶) نے کہا:

"**ما زلنا نعرفه بالكذب**"[2] "ہم اسے جھوٹ کے ساتھ ہی جانتے رہے"

خالد بن مہران الحذاء رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۱) نے کہا:

"**كذاب فاحذروه**"[3] "یہ بہت بڑا جھوٹا شخص ہے اس سے بچ کر رہو"

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی ۲۵۶) نے کہا:

"**وقال وهب بن بقية :سمعت يزيد بن زريع، قال:حدثنا على، عن خالد ببضعة عشر حديثا، فسألنا خالدا عن حديث، فأنكره، ثم آخر فأنكره، ثم ثالث فأنكره، فأخبرناه، فقال: كذاب فاحذروه**"[4]

بخاری و مسلم کے راوی یزید بن زریع کہتے کہ علی بن عاصم نے ہم سے درجنوں احادیث خالد الحذاء سے بیان کی، پھر ہم نے خالد الحذاء سے ان میں سے ایک حدیث کے بارے

[1] شعب الإيمان:۳/۴۱۵، وإسناده ضعيف جدا، على بن عاصم أجمعوا على ضعفه و كذبه بعضهم، ومن طريق البيهقى أخرجه ابن عساكر فى تاريخه: ۳۲/۸۶.

[2] سؤالات البرذعى لأبى زرعة، ت الأزهرى:ص:(۱۳۳)وإسناده صحيح وأ خرجه أيضا العقيلى فى الضعفاء (۴/۲۶۶)والخطيب فى تاريخ بغداد:(۱۱/۴۵۶)من طريق عثمان به

[3] الضعفاء للعقيلى، ت د مازن:۴/۲۶۶وإسناده صحيح.

[4] التاريخ الكبير للبخارى(۶/۲۹۰)وإسناده صحيح وأخرجه أيضا العقيلى فى الضعفاء(۴/۲۶۷)من طريق محمدبن المنهال الضرير به، وإسناده صحيح.

میں پوچھا تو انہوں نے اس سے انکار کیا، پھر ہم نے ایک دوسری حدیث کے بارے میں پوچھا، اس سے بھی خالد الحذاء نے انکار کیا، پھر ہم نے ایک تیسری حدیث کے بارے میں پوچھا اس سے بھی خالد الحذاء نے انکار کیا۔ اس کے بعد ہم نے خالد الحذاء کو یہ بات بتلادی تو خالد الحذاء نے کہا: یہ بہت بڑا جھوٹا شخص ہے اس سے بچ کر رہو''

یہ واقعہ اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ ''علی بن عاصم'' نے جھوٹی احادیث بیان کی ہیں اسی سبب کئی ایک محدثین نے انہیں کذاب کہا ہے۔

بعض محدثین نے ان کا دفاع کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ان کی کتاب میں دوسرے لوگ ان کے نام سے جھوٹی احادیث لکھ دیتے تھے جسے یہ بیان کردیتے۔

اگر اسے تسلیم کرلیں تو بھی اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ان کی طرف سے جھوٹی احادیث بیان ہوئی ہیں لہٰذا ان کی احادیث کسی شمار میں نہیں ہیں۔

علامہ معلّمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علي بن عاصم لا يُعتدُّ بحديثه'' [1] ''علی بن عاصم کی حدیث کسی شمار میں نہیں ہے۔''

امام ذہبی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۴۸) نے کہا:

''أجمعوا على ضعفه يعني علي بن عاصم'' [2]

''محدثین کا ان کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے''

۞ پانچویں روایت:

امام ابن أبي شيبة رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۵) نے کہا:

''حدثنا معاوية بن هشام ، قال: حدثنا سفيان ، عن رجل ، عن ربيع بن خثيم في قوله: ﴿يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾

---

[1] آثار الشيخ العلامة عبد الرحمن بن يحيى المعلمي اليماني: ١٦/٤٤

[2] المستدرك للحاكم مع تعليق الذهبي: ٤/٣٧٦

(۸۲/الانفطار:٦)**قال: "الجهل"**،"[1]

"ربیع بن خثیم نے اللہ کے قول ﴿**يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ**﴾ (۸۲/الانفطار:٦) (اے انسان! تجھے اپنے رب کریم سے کس چیز نے بہکایا) کی بابت کہا:"**الجهل**" (جہالت نے)"

اس کی سند میں "رجل" مبہم و نامعلوم ہے اس لئے یہ ثابت ہی نہیں ۔اور یہ تفسیری روایت بھی ہوسکتی ہے۔

نوٹ :- امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے بغیر سند کے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف بھی یہ بات منسوب کی ہے مگر سند کے ساتھ یہ روایت ہمیں کہیں نہیں مل سکی۔

سورۃ الأعلی (۸۷) کی پہلی آیت ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ کے جواب سے متعلق روایات:

پہلی روایت:

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱) نے کہا:

"حدثنا وكيع ، حدثنا إسرائيل ، عن أبي إسحاق ، عن مسلم البطين ، عن سعيد بن جبير ، عن ابن عباس: أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا قرأ : ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾(۸۷/الأعلى:١)، **قال: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى"**[2]

"عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ﴿**سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى**﴾ (۸۷/الأعلى:١) (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھتے تو "**سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى**" (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے) کہتے۔"

[1] مصنف ابن أبي شيبة، سلفية:۱۳/۲/۴۰۲،وإسناده ضعيف "رجل" مبهم.

[2] مسند أحمد(۱/۲۳۲ الميمنية)وإسناده ضعيف،أبو إسحاق عنعن، ومن طريق أحمد ←

اولا:

اس حدیث کے مرفوع یا موقوف ہونے میں اختلاف ہے ابواسحاق کے ایک شاگرد اسرائیل نے اسے مرفوع بیان کیا ہے جیسا کہ اس روایت میں ہے، جبکہ ابواسحاق کے دیگر تین شاگردوں (أبوالوکیع ،معمر اور سفیان [1]) نے ابواسحاق سے اسے موقوفا نقل کیا ہے اور سند میں ''مسلم البطین'' کا ذکر نہیں کیا چنانچہ:

امام ابن أبی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۵) نے کہا:

''حدثنا وكيع ، عن أبيه ، عن أبی إسحاق ، عن سعيد بن جبير ، عن ابن عباس: أنه قرأ : ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (۸۷/الأعلى:۱)**،فقال: ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى''** [1]

← أخرجه الطبرانی فی الكبير (۱۲ /۱٦) به . وأخرجه أيضا أبوداؤد فی سننه (۱/۲۳۳) رقم (۸۸۳) ومن طريقه البيهقی فی سننه(۲/۴۴۰)والحاكم فی المستدرك (۱/۳۹۵)من طريق أبی يعلی، كلاهما (ابوداؤد وأبويعلی)من طريق زهير بن حرب . و أخرجه البغوی فی تفسيره (۵/۲۴۱)من طريق عبد الله بن عمر بن أبان، جميعهم (أحمد و زهيربن حرب و عبد الله بن عمر بن أبان) عن وكيع عن إسرائيل به۔وخولف إسرائيل فی إسناده وفی رفعه فرواه أبوالوكيع و معمر وسفيان عن أبی إسحاق، عن سعيد بن جبير به بدون ذكر''مسلم البطين'' فی إسنادهم و موقوفا من فعل ابن عباس، وهوالمحفوظ و سياتی۔

[1] مصنف ابن أبی شيبة،سلفية:(۲/۵۰۹) وإسناده ضعيف،أبوإسحاق عنعن، وأخرجه عبدالرزاق فی مصنفه(۲/۴۵۱)عن معمر عن أبی اسحاق ،وهو فی تفسره (۳/۴۱۸) لكن جاء فيه زيادة ''قتاده'' بين معمر و أبی اسحاق وليس هذا فی مصنفه فهو خطأ ، و من طريق عبدالرزاق أخرجه المستغفری فی فضائل القرآن(۱/۱۷۴)،وأخرجه أبوعبيد فی فضائل القرآن (ص۱۵۴) من طريق سفيان . كلهم (أبوالوكيع و معمر وسفيان) عن أبی إسحاق، عن سعيد بن جبير به بدون ذكر ''مسلم البطين'' فی إسنادهم و موقوفا من فعل ابن عباس ، و أبوإسحاق قد تابعه أيوب عند المستغفری فی فضائل القرآن:(۱/۱۷۴)، لكن الإ سناد إليه ضعيف ، شيخ المستغری لم أجد له ترجمة ولا توثيقا. و سعيدبن جبير قد تابعه زياد بن عبد الله بن حدير الأسدی عند الطبری ط هجر:(۲۴/۳۱۰)لكن إسناده واه جدا.

”ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (۸۷/الأعلى:۱) (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھا تو کہا: ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“ (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے)“

ظاہر ہے کہ موقوف والی روایت ہی محفوظ ہے کیونکہ اسے تین شاگردوں نے بالاتفاق بیان کیا ہے جبکہ مرفوع روایت صرف ایک شاگرد بیان کررہا ہے۔

امام أبوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۵) نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد اس کے موقوف ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

”ورواه أبو وكيع، وشعبة، عن أبي إسحاق، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس موقوفا“[1]

”اور اسے أبو وکیع ،اور شعبہ نے ابواسحاق عن سعید بن جبیر عن ابن عباس کی سند سے موقوفا بیان روایت کیا ہے“

مسند أحمد کے محققین نے بھی اسے موقوف ہی قرار دیا ہے۔[2]

معلوم ہوا یہ روایت اصلا موقوف ہی ہے۔

ثانیا:

یہ روایت مرفوعا اور موقوفا دونوں طرح ضعیف ہے کیونکہ ہر طرح کی سندوں میں ابواسحاق السبیعی کا عنعنہ ہے اور یہ تیسرے طبقے کے مدلس ہیں۔

امام مغیرۃ بن مقسم الضبی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۶) نے انہیں خطرناک مدلس کہا ہے۔[3]

---

[1] سنن أبي داود: ۱/۲۳۳

[2] مسند أحمد ط الرسالة: ۳/۴۹۵

[3] العلل ومعرفة الرجال لأحمد (۱/۲۴۴) وإسناده صحيح، تهذيب التهذيب لابن حجر: ۲۴/۶۷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) نے انہیں مدلسین کے تیسرے طبقے میں ذکر کرتے ہوئے کہا:

"عمرو بن عبد الله السبيعي الكوفي مشهور بالتدليس" [1]

"ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی الکوفی تدلیس سے مشہور ہیں"

امام سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۱۱) نے کہا:

"مشهور بالتدليس" [2] "یہ تدلیس سے مشہور ہیں"

امام شعبۃ (المتوفی ۱۶۰)، امام طبری (المتوفی ۳۱۰)، امام دارقطنی (المتوفی ۳۸۵)، امام ابن حبان (المتوفی ۳۵۴) امام کرابیسی (المتوفی ۵۷۰) اور امام ابن الملقن (المتوفی ۸۰۴) رحمہم اللہ نے بھی انہیں مدلس کہا ہے۔ [3]

الغرض ابواسحاق تیسرے طبقہ کا مدلس راوی ہے اور اس نے مذکورہ روایت کو عن سے بیان کیا ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ کی تصحیح کا جائزہ:

علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی مذکورہ حدیث کی سند میں اس کمزوری کو تسلیم کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

"وهذا إسناد رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين؛ غير أن أبا إسحاق --وهو عمرو بن عبد الله السبيعي- كان اختلط، ثم هو مدلس، وقد

[1] طبقات المدلسين لابن حجر ت القريوتی:ص٤٢

[2] أسماء المدلسين للسيوطی:ص:٧٧

[3] مسألة التسمية لابن القيسرانی:ص:٤٧ وإسناده صحيح،تهذيب الآثار مسند علی، للطبری (٣/ ٢٤٧)، الإلزامات والتتبع للدارقطنی:ص:(٣٦٣)،الثقات لابن حبان:(٥/ ١٧٧)،تهذيب التهذيب لابن حجر (٢٤/ ٦٦) ، البدر المنير لابن الملقن:(٣/ ٦٣٤)

عنعنه"[1]

"اس سند کے رجال ثقہ ہیں اور شیخین کے رجال ہیں لیکن ابواسحاق عمر بن عبداللہ السبیعی مختلط ہو گئے تھے نیز یہ مدلس ہیں اور عن سے روایت کیا ہے"

اس سند کو ضعیف تسلیم کرنے کے بعد علامہ البانی رحمہ اللہ نے شواہد کی روشنی میں اسے صحیح کہا ہے لیکن یہ شواہد اس روایت کی تصحیح کے لئے معتبر نہیں ہیں تفصیل ملاحظہ ہو:

○ پہلا شاہد:

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أحدهما: عن قتادة...... مرسلاً: أن نبی الله ﷺ كان إذا قرأها قال: "سُبْحَانَ رَبِّىَ الْأَعْلَى" : أخرجه عبد بن حميد كما فى "الدر المنثور": ٦/ ٣٢٦"[2]

"پہلا شاہد قتادہ کی مرسل روایت ہے کہ نبی ﷺ جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (٨٧/الأعلى: ١) (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھتے تو کہتے: "سُبْحَانَ رَبِّىَ الْأَعْلَى" (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے)، اسے عبد بن حمید نے روایت کیا ہے جیسا کہ الدر المنثور" (٦/ ٣٢٦) میں ہے"

یہ مرسل روایت بھی ثابت نہیں ہے عبد بن حمید کی کتاب کے مطبوعہ حصہ میں اس کی سند نہیں ہے نہ ہی ان کے طریق سے مروی کسی اور کتاب میں یہ سند دستیاب ہے۔

البتہ امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے قتادہ سے اسے یوں نقل کیا ہے:

"حدثنا بشر، قال: ثنا يزيد، قال: ثنا سعيد، عن قتادة، ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (٨٧/ الأعلى: ١) ذكر لنا أن نبی الله ﷺ كان إذا قرأها

---

[1] صحیح أبی داود (الأم) ص: ٤/ ٣٨

[2] صحیح أبی داود (الأم) ص: ٤/ ٣٩

قال: ”سُبْحَانَ رَبِّیَ الْأَعْلَی“[1]

”قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ نبی ﷺ جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَی﴾ (۸۷/الأعلی:۱) (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھتے تو کہتے: ”سُبْحَانَ رَبِّیَ الْأَعْلَی“ (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے)“

لیکن یہ سند بھی ضعیف ہے قتادہ سے روایت کرنے والے ”سعید بن أبی عروبۃ العدوی“ نے ”عن“ سے روایت کیا ہے جن کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۸۵۲) نے کہا: ”کثیر التدلیس“، ”یہ بکثرت تدلیس کرنے والے ہیں“[2]

نیز یہ روایت قتادہ سے ثابت بھی ہوتی تو مرسل ہے اور اور یہ عین ممکن ہے کہ قتادہ نے اس روایت کو اپنے استاذ ابو اسحاق السبیعی کے شاگرد اسرائیل ہی سے سنا ہو اور سند کے نازل ہونے کے سبب اسے ارسال کر دیا۔ ایسی صورت میں یہ ابو اسحاق السبیعی والی ہی سند ہوگی نہ کہ کوئی دوسری سند۔

نیز علامہ البانی رحمہ اللہ خود مرسل حدیث کے بارے میں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

”یحتمل أن یکون کل من الواسطتین أو أکثر ضعیفًا، وعلیه یحتمل أن یکون ضعفهم من النوع الأول الذی ینجبر بمثله الحدیث علی ما سبق نقله عن ابن الصلاح، ویحتمل أن یکون من النوع الآخر الذی لا یقوی الحدیث بکثرة طرقه، ومع ورود هذه الاحتمالات یسقط الاستدلال بالحدیث المرسل وإن تعددت طرقه“[3]

---

[1] تفسیر الطبری، ط هجر:۲۴/۳۱۰ وإسناده ضعیف، سعید عنعن وقتاده أرسل.

[2] تقریب التهذیب لابن حجر :رقم۲۳٦۵

[3] نصب المجانیق:ص: ٤٤-٤٦

''مرسل حدیث کے بارے میں احتمال ہے کہ دو یا دو سے زائد ساقط رواۃ ضعیف ہوں اور ان کے ضعیف ہونے کی صورت میں ہوسکتا ہے کہ ان کا ضعف پہلی قسم کا ہو جو اسی جیسے دوسرے طریق سے مل کر قابل انجبار ہوتا ہے جیسا کہ ابن الصلاح کے حوالے سے نقل کیا گیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا ضعف اس دوسری قسم کا ہو جو تعدد طرق کے باب میں تقویت دینے کے قابل نہیں رہتا ان احتمالات کے پیش نظر مرسل حدیث سے استدلال ساقط ہے گرچہ اس کے طرق متعدد ہوں''

لہٰذا علامہ البانی رحمہ اللہ کے اس اصول کے مطابق مرسل روایت شہادت کے قابل نہیں بن سکتی، اور یہ اس صورت میں جب مرسل روایت کی بقیہ سند صحیح ہو لیکن یہاں حال یہ ہے کہ بقیہ سند بھی ثابت نہیں ہے۔

○دوسرا شاہد:

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''والأخر: عن علي بن أبي طالب......'' ''دوسرا شاہد علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے......''[1]

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس شاہد کو امام سیوطی کی کتاب سے نقل کیا ہے جس میں امام سیوطی نے اس کی سند ذکر نہیں کی ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ کی رسائی اس کی سند تک نہیں ہوسکی اگر علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند دیکھ لی ہوتی تو ہرگز اسے بطور شاہد پیش نہ کرتے۔ کیونکہ یہ سند سخت ضعیف ہے آگے اس پر مفصل بحث آرہی ہے۔[2]

نومولود بچے کے کان میں اذان دینے والی روایت سے متعلق بھی علامہ البانی رحمہ اللہ سے اسی طرح کا سہو ہوا تھا انہوں نے ایک بے سند شاہد کے سہارے اسے حسن کہہ دیا لیکن جب

---

[1] صحيح أبي داود (الأم) ص: ٤/ ٤٠

[2] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۱۱۵)

اس شاہد کی سند تک ان کی رسائی ہوئی تو یہ کہتے ہوئے رجوع کیا کہ اس کی سند تو موضوع اور من گھڑت ہے۔[1]

○ تیسرا شاہد:

علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ولـه شـاهـد ثـالـث مـوقـوف من طريق عمير بن سعيد قال: سمعت أبا موسى يقرأ في الجمعة بـ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾(٨٧/الأعلى:١) ؛ فقال:”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“ أخرجه البيهقي بسند صحيح“[2]

”اس کا ایک تیسرا شاہد بھی ہے جو عمر بن سعید کے طریق سے مروی ہے کہ انہوں نے ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ کو سنا کہ آپ نے جمعہ میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (٨٧/الأعلى:١) (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھا پھر کہا: ”سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى“ (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے) اسے بیہقی نے صحیح سند سے روایت کیا ہے“

عرض ہے کہ ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے موقوفا بے شک یہ بات ثابت ہے[3] اسی طرح علی رضی اللہ عنہ سے بھی موقوفا ثابت ہے[4] جیسا کہ اسے بھی علامہ البانی رحمہ اللہ نے دوسرے شاہد کے تحت ضعیف مرفوع روایت کے بعد ذکر کیا ہے[5] لیکن موقوف روایت مرفوع روایت

---

1. سلسلة الأحاديث الضعيفة: ١/٤٩٤
2. صحيح أبي داود(الأم)ص:٤/٤٠
3. دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۴۰-۴۲)
4. دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۳۷-۳۸)
5. صحيح أبي داود(الأم)ص:٤/٤٠

کے لئے شاہد نہیں بنتی خود علامہ البانی رحمہ اللہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

"فقد عاد الحديث إلى أنه موقوف مع ضعف إسناده فلا يصلح شاهدا للمرفوع الذى قبله" [1]

"یہ حدیث سند میں ضعف کے ساتھ موقوف ہے اس لئے اس سے قبل والی مرفوع حدیث کے لئے یہ شاہد نہیں بن سکتی"

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"ولا يخفى أن أثر ابن عمر هذا لو صح لا يشهد......لحديث الترجمة ، وذلك لأمرين: أن الحديث مرفوع ، والأثر موقوف" [2]

"یہ بات مخفی نہیں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اثر صحیح بھی ثابت ہو جائے تو بھی باب کی حدیث کے لئے دو وجوہات کی بنا پر شاہد نہیں بن سکتا ان میں سے ایک یہ کہ باب کی حدیث مرفوع ہے اور یہ اثر موقوف ہے"

ممکن ہے کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے زیر بحث مسئلہ میں مرفوع کی تائید میں پیش کردہ موقوف اثر کے بارے میں یہ گمان کیا ہو کہ یہ حکماً مرفوع ہے کیونکہ یہ عمل قیاس کی بنیاد پر نہیں ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ نفل نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل پر قیاس کا بھی امکان ہے۔

خلاصہ یہ کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے جن شواہد کے پیش نظر اس ضعیف روایت کو صحیح قرار دیا ہے ان میں سے پہلا مرسل ضعیف ہے اور بعید نہیں کہ اس کی اصل سند مشہود لہ روایت والی سند ہی ہو، دوسرا سخت ضعیف و مردود ہے تیسرا موقوف ہے جسے مرفوع کی تقویت میں پیش ہی نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

---

1. تمام المنة:ص:١١٧
2. سلسلة الأحاديث الضعيفة:١١/٧٢٤

دوسری روایت:

امام أبوبکر ابن الأنباری رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۸) نے کہا:

"حدثني محمد بن شهريار، قال: حدثنا حسين بن الأسود، قال: حدثنا عبد الرحمن بن أبي حماد قال: حدثنا عيسى ابن عمر، عن أبيه، قال: قرأ علي بن أبي طالب في الصلاة ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (۸۷/الأعلى: ۱)، **ثم قال: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى"، فلما انقضت الصلاة قيل له: يا أمير المؤمنين، أتزيد هذا في القرآن؟ قال: ما هو؟ قالوا: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى"، قال: لا، إنما أمرنا بشيء فقلته"**[1]

علی رضی اللہ عنہ نے نماز میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (۸۷/الأعلى: ۱) (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھا پھر کہا: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے)، جب نماز ختم ہوگئی تو ان سے کہا گیا: اے امیر المؤمنین! کیا آپ قرآن میں اضافہ فرمائیں گے؟ علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا: آپ نے "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے) کا اضافہ کیا ہے! اس پر علی رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں! ہمیں ایک چیز کا حکم دیا گیا تھا میں نے اسی پر عمل کیا ہے"

یہ وہی روایت ہے جسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے دوسرے شاہد کے طور پر ذکر کیا[2] لیکن اس کی سند ان کے سامنے نہ تھی ورنہ وہ ہرگز اس روایت کو بطور شاہد ذکر نہ کرتے کیونکہ اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو:

---

[1] المصاحف لابن الأنباري كمافي تفسير القرطبي، ت أحمد: ۱٤/۲۰، والدر المنثور للسيوطي: ۸/٤۸۲، وإسناده ضعيف جدا، فيه "حسين بن الأسود" رمي بالكذب وسرقة الحديث، وفيه علل أخرى.

[2] سلسلة الأحاديث الضعيفة: ۱۱/۷۲٤

اول:

علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والا ''عیسی ابن عمر'' کا باپ غیر متعین ہے، یہ بھی نہیں معلوم کی علی رضی اللہ عنہ سے اس کی ملاقات ہے یا نہیں علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی فہرست میں ''عیسی بن عمر'' کے والد کا کوی سراغ نہیں ملا۔

دوم:

''عبد الرحمٰن بن أبي حماد الكوفي المقري'' یہ بھی نامعلوم ہے تاریخ الإسلام ت بشار (۵/ ۱۰۷)، وتاریخ الطبری (۱/ ۳۳۴)، والجرح والتعدیل (۵/ ۲۴۴) رقم ۱۱۶۲، وغایۃ النہایۃ لابن الجزری (۱/ ۳۶۹، ۳۷۰) رقم (۱۵۷۲) میں اس کا تذکرہ ملتا ہے مگر اس کی توثیق کہیں نہیں ملتی۔

سوم:

''حسین بن الأسود'' یہ ''الحسین بن علی بن الأسود العجلی، أبوعبداللہ الکوفی'' ہے۔

امام أبوداؤد رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۵) نے کہا:

''لا ألتفت إلى حكاياته أراها أوهاما''

''میں اس کی روایات کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا یہ سب اوہام کا مجموعہ ہیں''[1]

امام ابن عدی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۶۵) نے کہا:

''يسرق الحديث......وللحسين بن على بن الأسود أحاديث غير هذا مما سرقه من الثقات، وأحاديثه لا يتابع عليها''[2]

''یہ حدیث چراتا ہے......اور اس کی اس کے علاوہ بھی کئی احادیث ہیں جنہیں اس نے ثقہ رواۃ کے یہاں سے چرایا ہے، اس کی احادیث کی متابعت نہیں کی جاتی''

[1] سؤالات أبی عبید الآجری أبا داود، ت الأزهری: ۷٤

[2] الكامل لابن عدی طبعة الرشد: ٤/ ٣٦

امام ابن المواق المالکی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۹۷) نے کہا:

''رمی بالکذب وسرقة الحدیث'' [1]

''یہ جھوٹ بولنے اور حدیث چوری کرنے سے متہم ہے''

تحریر التقریب کی مؤلفین (دکتور بشار عواد اور شعیب ارنؤوط) نے کہا:

''ضعیف''، ''یہ ضعیف ہے'' [2]

سوم:

امام أبوبکر الأنباری رحمہ اللہ کا استاذ ''محمد بن شہریار'' نامعلوم ہے۔

اس کی توثیق کہیں نہیں ملی امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق میں ان کا تذکرہ کیا ہے مگر ان کی توثیق کے بارے میں کوئی معلومات نہیں دی، ملاحظہ ہو۔ [3]

معلوم ہوا کہ اس کی سند علتوں سے پر ہے لہٰذا یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

بعض ضعیف موقوف روایات:

عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب اثر:

امام ابن أبی شیبۃ رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۵) نے کہا:

''حدثنا أبو أسامة، عن الجريرى، عن أبى نضرة، عن عمر، أنه كان إذا قرأ: ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (۸۷/الأعلى: ۱)، قال ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى''،'' [4]

---

[1] التراجم الساقطة من كتاب إكمال: ص:۱۵٤ نقلا عن بغية النقاد لابن المواق

[2] تحرير التقريب: رقم ۱۳۳۱

[3] تاريخ دمشق لابن عساكر: ۲۵٦/۵۳

[4] مصنف ابن أبى شيبة، إشبيليا: (۳۹۵/۵) وانظر: الدر المنثور فى التفسير بالمأثور: ٤۸۲/۸ وإسناده ضعيف أبو نضرة لم يسمع من عمر۔

أبونضرۃ رحمہ اللہ، عمر (رضی اللہ عنہ) سے نقل کرتے ہیں کہ وہ جب ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (۸۷/ الأعلی: ۱) (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھتے تو کہتے: "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى" (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے)"[1]

"اونضرۃ، منذر بن مالک" قدیم صحابہ سے ارسال کرنے والے راوی ہیں"

اور عمر رضی اللہ عنہ سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے۔ شیخ سعد بن ناصر الشثری اپنے نسخہ میں اس روایت پر حاشیہ لگاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"منقطع، ابو نضرہ لم یسمع من عمر"[2]

"یہ روایت منقطع ہے ابونضرہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا"

تنبیہ:

مصنف ابن ابی شیبہ کے بعض نسخوں میں اس روایت کے اندر عمر رضی اللہ عنہ کی جگہ "عمران" کا لفظ درج ہوگیا ہے جس کی بنا پر بعض نے یہ لکھ دیا ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے بھی یہ ثابت ہے۔

لیکن یہ غلط ہے صحیح نام عمر ہی ہے جیسا کہ اکثر نسخوں میں ہے اور امام سیوطی نے بھی اسی نام کے ساتھ ذکر کیا ہے۔[3]

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت:

بعض اہل علم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بھی یہی عمل ذکر کیا ہے[4]

---

1. جامع التحصیل للعلائی:ص:۲۸۷
2. مصنف ابن أبی شیبة،إشبیلیا:۵/۳۹۶
3. مصنف ابن أبی شیبة،إشبیلیا:۵/۳۹۵، مصنف بن أبی شیبة ت عوامة:۵/۵۲۸،مصنف ابن أبی شیبة/الفاروق:۳/۵۲۰وانظر:الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور:۸/۴۸۲
4. تفسیر القرطبی ۲۰/۱۴، اللباب فی علوم الکتاب:۲۰/۲۷۴

لیکن اس کی سند دستیاب نہیں ہے۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے سجدہ میں یہ ذکر پڑھنا نقل کیا ہے غالبا اسی کے پیش نظر بعض کو اشتباہ ہوا ہے، واللہ اعلم۔

فائدہ:

ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے جمعہ کی نماز میں یہ بات ثابت ہے [1] اور فرض نماز کی صراحت کے بغیر علی [2] ، ابن عمر [3] اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے بھی یہ عمل ثابت ہے [4] جیسا کہ صحیح روایات کے ضمن میں تفصیلا پیش کیا جا چکا ہے۔

اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی غیر نماز میں قولا یہ بات ثابت ہے [5] جیسا کہ صحیح روایات کے ضمن میں پیش کیا گیا ہے رہی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نماز کے اندر عملا وفعلا مروی روایت تو یہ مرفوعا اور موقوفا دونوں طرح ضعیف ہے جیسا کہ وضاحت گذر چکی ہے۔ [6]

❀ سورۃ الأعلی (۸۷) کی آخری آیت ﴿ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴾ کے جواب سے متعلق روایات:

امام أحمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی ۲۴۱) نے کہا:

"حدثنا إسماعيل ، حدثنا محمد بن إسحاق قال: حدثني عبد الواحد بن حمزة بن عبد الله بن الزبير ، عن عباد بن عبد الله بن الزبير ، عن عائشة قالت: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول في بعض صلاته : اللهم حاسبني حسابا يسيرا فلما انصرف ، قلت: يا نبي الله ، ما الحساب اليسير ؟ قال: أن ينظر في كتابه فيتجاوز عنه ، إنه من نوقش الحساب يومئذ يا عائشة هلك ......" [7]

---

[1] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۴۰-۴۲) [2] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۳۷) [3] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۳۹)
[4] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۳۸) [5] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۳۲) [6] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۱۰۶-۱۱۴)
[7] مسند أحمد ط الميمنية: ٦/ ٤٨ وإسناده حسن

’’اماں عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض نماز میں پڑھتے ہوئے سنا:’’اللھم حاسبنی حسابا یسیرا ‘‘ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے پوچھا:اے اللہ کے نبی ! یہ’’حساب یسیر‘‘ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :اس کا مطلب ہے کہ نامہ اعمال میں دیکھ کر درگذر کر دیا جائے اور اس دن جس سے حساب کے وقت بحث کر لی گئی تو اے عائشہ رضی اللہ عنہا وہ ہلاک ہوجائے گا......‘‘

اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ سورہ الغاشیہ کے اختتام پر ’’ اللھم حاسبنی حسابا یسیر ‘‘ پڑھنا چاہیے لیکن اس روایت میں ایسی کوئی صراحت نہیں لہٰذا اس سے ایسا استدلال غلط ہے۔

❁ سورۃ الشّمس (۹۱) کی آیت (۸) ﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ کے جواب سے متعلق روایات:

۞ پہلی روایت:

امام طبرانی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۶۰) نے کہا:

’’حدثنا یحیی بن عثمان بن صالح، ثنا أبی، ثنا ابن لهيعة، عن عمرو بن دينار، وعطاء بن أبی رباح، عن ابن عباس، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا مر بهذه الآية﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا☆ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾(۹۱/الشمس:۷-۸) وقف، ثم قال:’’اللهم آت نفسی تقواها أنت وليها و مولاها وخير من زكاها‘‘،‘‘[1]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب اس آیت ﴿وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا☆ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ (۹۱/الشمس:۷-۸) (قسم ہے نفس کی اور

[1] المعجم الكبير للطبرانی: ۱۱/۱۰۶ رقم ۱۱۱۹۱ وإسناده ضعيف لأجل ابن لهيعه.

اسے درست بنانے کی ☆ پھر سمجھ دی اس کو بدکاری کی اور بچ کر چلنے کی) سے گذرتے تو ٹھہرتے اور کہتے: "**اللهم آت نفسی تقواها أنت وليها ومولاها وخير من زكاها**" (اے اللہ تو میرے نفس کو تقوی عطا کر! تو ہی اس کا ولی اور مولی ہے، اور تو ہی سب سے اچھا اسے پاک کرنے والا ہے)"

یہ روایت ضعیف ہے۔ "ابن لھیعہ" مشہور مختلط راوی ہے۔ اور "عثمان بن صالح" کا ذکر ان کے قدیم شاگردوں میں نہیں ہے۔

نیز "حیی بن عثمان بن صالح بن صفوان القرشی" پر بھی کلام ہے۔ [1]

دوسری روایت:

امام ابن أبی عاصم رحمہ اللہ (المتوفی ۲۸۷) نے کہا:

"**حدثنا يعقوب بن حميد، حدثنا عبد الله بن عبد الله، حدثنا معن الغفاری، عن حنظلة بن علی الأسلمی، عن أبی هريرة، أنه سمع النبی ﷺ يقول: ﴿ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ﴾** (۹۱/ الشمس: ۸) **قال: "اللهم آت نفسی تقواها، زكها أنت خير من زكاها، أنت وليها ومولاها"** [2]

"ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو سنا آپ ﷺ نے (نماز میں) یہ آیت: ﴿ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ﴾ (۹۱/الشمس: ۸) (پھر سمجھ دی اس کو بدکاری کی اور بچ کر چلنے کی) پڑھی اور کہا: "**اللهم آت نفسی تقواها، زكها أنت خير من زكاها، أنت وليها ومولاها**" (اے اللہ تو میرے نفس کو تقوی عطا کر! اسے

[1] إرشاد القاصی والدانی إلی تراجم شيوخ الطبرانی :ص:٦٨٦

[2] السنة لابن أبی عاصم(١/ ٢٢٧)وإسناده ضعيف جدا، "عبد الله بن عبد الله "مجهول و"يعقوب بن حميد بن كاسب" ليس بشیء .وأخرجه أيضا ابن أبی حاتم فی تفسيره (١٠/ ٣٤٣٦) والقضاعی فی مسند الشهاب(٢/ ٣٣٨)من طريق يعقوب به و عندالقضاعی :"**وهو فی الصلاة**"

پاک کر! تو ہی سب سے اچھا اسے پاک کرنے والا ہے، تو ہی اس کا ولی اور اس کا مولی ہے)''

یہ روایت درج ذیل اسباب کی بنا پر ضعیف ہے۔

اول:

''عبداللہ بن عبداللہ الأموی'' مجہول ہے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی ۴۵۸) نے کہا:

''**مجھول**''، ''یہ مجہول ہے''[1]

اور مجہول ہونے کے ساتھ اس کی متابعت بھی نہیں کی جاتی۔

امام عقیلی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۲۲) نے کہا:

''**لا یتابع علی حدیثه**''، ''اس کی حدیث کی متابعت نہیں کیا جاتی''[2]

اور مجہول شخص جب ایسی روایت بیان کرے جس کی متابعت نہ ملے تو وہ سخت ضعیف ہوتا ہے۔

علامہ معلّمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''**والمجهول إذا روی خبرین لم یتابع علیهما، فهو تالف**''[3]

''مجہول شخص جب تو ایسی روایت بیان کردے جن پر اس کی متابعت نہ کی گئی ہے تو وہ تباہ برباد ہونے والا یعنی سخت ضعیف ہے''

دوم:

''یعقوب بن حمید بن کاسب'' بھی ضعیف ہے۔

---

1. دیوان الضعفاء: ص: ۲۲۰
2. الضعفاء للعقیلی، ت د مازن: ۳/۲۶۱
3. الفوائد المجموعة ت المعلمی: ص: ۲۹۹

امام ابن معین رحمہ اللہ (المتوفی ۲۳۳) نے کہا:

"ابن کاسب لیس بشیء"[1]

"یعقوب بن حمید بن کاسب" کی کوئی حیثیت نہیں ہے"

اور ابن محرز کی روایت کے مطابق ابن معین رحمہ اللہ نے کہا:

"كذاب خبيث عدو لله"[2]

"یہ کذاب، خبیث اور اللہ کا دشمن ہے"

لیکن ابن محرز نا معلوم التوثیق ہے۔

امام أبو حاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۷۷) نے کہا:

"ضعيف الحديث"، "یہ ضعیف الحدیث ہے"[3]

امام نسائی رحمہ اللہ (المتوفی ۳۰۳) نے کہا:

"يعقوب بن حميد بن كاسب ليس بشيء"[4]

"یعقوب بن حمید بن کاسب کی کوئی حیثیت نہیں ہے"

تحریر التقریب کی مؤلفین (دکتور بشار عواد اور شعیب ارنؤوط) نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔[5]

معلوم ہوا کہ یہ روایت سخت ضعیف ہے اور ماقبل والی روایت میں بھی دو ضعف موجود ہے اس لئے ان دونوں کو ملا کر اسے حسن لغرہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے۔

---

(1) تاريخ ابن معين، رواية الدوري: ۱۷۳/۳

(2) معرفة الرجال، رواية ابن محرز، ت القصار: ۵۲/۱

(3) الجرح والتعديل لابن أبي حاتم، ت المعلمي: ۲۰۶/۹

(4) الضعفاء والمتروكون للنسائي: ص: ۱۰۶

(5) تحرير التقريب: رقم ۷۸۱۵

❁ سورۃ التین (۹۵) کی آخری آیت ﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ کے جواب سے متعلق روایات:

✡ پہلی اور دوسری روایت:

سورہ القیامۃ (۷۵) کی آیت نمبر (۴۰) ﴿أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ کے جواب سے متعلق ماقبل میں ابو ہریرہ [1] اور جابر رضی اللہ عنہما [2] کی جو روایت گذر چکی ہے اس میں سورہ التین کے اختتام پر "بلی وأنا علی ذلک منَ الشّاهدینَ" پڑھنے کی بات مذکور ہے لیکن یہ روایات ضعیف ہیں جیسا کہ تفصیل گذر چکی ہے۔[3]

✡ تیسری روایت:

امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ (المتوفی ۳۱۰) نے کہا:

"حدثنا ابن عبد الأعلى، قال: ثنا ابن ثور، عن معمر، قال: كان قتادة إذا تلا: ﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ (۹۵/التین:۸) **قال: "بلى، وأنا على ذلك من الشاهدين" أحسبه كان يرفع ذلك؛ وإذا قرأ: ﴿أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾** (۷۵/ القيامة:۴۰) **قال: "بلى"، وإذا تلا: ﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ﴾** (۷۷/المرسلات:۵۰) **قال: "آمنت بالله، وبما أنزل"."**[4]

---

[1] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۸۶-۸۹)

[2] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۹۱)

[3] دیکھئے سابقہ حوالہ جات

[4] تفسير الطبری ط هجر (۵۲۶/۲۴) وإسناده ضعيف قتاده أرسل، وأخرجه أيضا عبدالرزاق فی تفسيره (۴۴۲/۳) واقتصر على آية التين وجوابه۔ وأخرجه الطبری ط هجر (۵۲۵/۲۴) أيضا من طريق سعيد عن قتاده ولفظه: "﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ ذكر لنا أن نبی الله صلى الله عليه وسلم كان إذا قرأها قال: **"بلى، وأنا على ذلك من الشاهدين"**، وعزاه السيوطی الى عبد بن حميد انظر: الدر المنثور فی التفسير بالمأثور: ۵۵۹/۸

قتادہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ جب ﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ (٩٥/ التين:٨) (کیا اللہ تعالیٰ (سب) حاکموں کا حاکم نہیں ہے) کی تلاوت کرتے تو کہتے: ”بلى، وأنا على ذلك من الشاهدين“ (کیوں نہیں! اور میں اس کی گواہی دینے والوں میں سے ہوں) راوی کا گمان ہے کہ قتادہ اسے مرسلا بیان کرتے تھے۔ اور جب آپ ﷺ ﴿أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ (٧٥/ القيامة: ٤٠) (کیا اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کردے) پڑھتے تو کہتے: ”بلیٰ“ (کیوں نہیں) اور جب ﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ﴾ (٧٧/المرسلات: ٥٠) (اب اس قرآن کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے؟) کی تلاوت کرتے تو کہتے: ”آمنت بالله، وبما أنزل“ (میں اللہ پر ایمان لایا اور اللہ نے جو نازل کیا اس پر بھی)“

اس کی سند ضعیف ہے، قتادہ نے مرسلا بیان کیا ہے۔

چوتھی روایت:

امام سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی ٩١١) نے کہا:

”وأخرج عبد بن حميد عن صالح أبي الخليل قال: كان النبي ﷺ إذا أتى على هذه الآية ﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ (٩٥/التين: ٨) يقول: ”سبحانك فبلى“،“[1]

صالح بن أبي مریم أبو الخلیل البصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ جب اس آیت ﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ (٩٥/التين:٨) (کیا اللہ تعالیٰ (سب) حاکموں کا حاکم نہیں ہے) پر پہنچتے تو کہتے: ”سبحانك فبلى“ (تو پاک ہے کیوں نہیں)“

یہ روایت منقطع (مرسل) ہونے کے سبب ضعیف ہے۔”صالح بن أبي مریم، أبو الخلیل

[1] الدر المنثور في التفسير بالمأثور: ٥٥٩/٨، وإسناده ضعيف، صالح أرسل.

البصری"، صغار تابعین کے دور کے یعنی چھٹے طبقے کے ہیں اور ان کی ملاقات کسی صحابی سے بھی نہیں ہے۔ [1]

پانچویں روایت:

أبو العباس جعفر بن محمد المستغفری رحمہ اللہ (المتوفی ۴۳۲) نے کہا:

"أخبرنا أبو عبد الله بن أبی حفص العجلی، حدثنا أبو جعفر محمد بن محمد بن عبد الله، أخبرنا الحسن بن عبد الأعلی، أخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن أیوب عن سعید بن جبیر عن ابن عباس أنه کان إذا قرأ ﴿أَلَيۡسَ ذَٰلِكَ بِقَٰدِرٍ عَلَىٰٓ أَن يُحۡـِۧيَ ٱلۡمَوۡتَىٰ﴾ (۷۵/ القیامة: ۴۰) **قال: "اللهم سبحانک بلی" وإذا قرأ ﴿سَبِّحِ ٱسۡمَ رَبِّكَ ٱلۡأَعۡلَى﴾** (۸۷/الأعلی: ۱) **قال: "سُبۡحَانَ رَبِّيَ ٱلۡأَعۡلَىٰ" وإذا قرأ ﴿أَلَيۡسَ ٱللَّهُ بِأَحۡكَمِ ٱلۡحَٰكِمِينَ﴾**(۹۵/التین: ۸)**قال: "بلی""** [2]

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ جب ﴿أَلَيۡسَ ذَٰلِكَ بِقَٰدِرٍ عَلَىٰٓ أَن يُحۡـِۧيَ ٱلۡمَوۡتَىٰ﴾ (۷۵/ القیامة: ۴۰) (کیا اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کردے) پڑھتے تو کہتے "اللهم سبحانک بلی" (اے اللہ! تو پاک ہے کیوں نہیں) اور جب ﴿سَبِّحِ ٱسۡمَ رَبِّكَ ٱلۡأَعۡلَى﴾ (۸۷/الأعلی: ۱) (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) پڑھتے تو کہتے: "سُبۡحَانَ رَبِّيَ ٱلۡأَعۡلَىٰ" (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے) اور جب ﴿أَلَيۡسَ ٱللَّهُ بِأَحۡكَمِ ٱلۡحَٰكِمِينَ﴾ (۹۵/التین: ۸) (کیا اللہ تعالیٰ

---

[1] تقریب التهذیب لابن حجر: رقم ۲۸۸۷

[2] فضائل القرآن للمستغفری: (۱/ ۱۷۴) وإسناده ضعیف، "أبو عبد الله بن أبی حفص العجلی" لم أجد له ترجمة ولا توثیقا، وأخرجه أیضا الطبری ط هجر: (۲۴/ ۵۲۶) من طریق أبی الوکیع عن أبی اسحاق عن سعید به مختصرا بسورة التین ولفظه: **"سبحانک اللهم، وبلی"**، قلت: فی إسناده عنعنة أبی اسحاق.

(سب)حاکموں کا حاکم نہیں ہے) تو کہتے ” بلی “(کیوں نہیں)“

اس کی سند ضعیف ہے” أبوعبداللہ بن أبی حفص العجلی “ کا ترجمہ اور اس کی توثیق مجھے کہیں نہیں ملی۔امام عبدالرزاق کی مصنف یا ان کی تفسیر میں بھی یہ روایت موجود نہیں ہے۔

طبری کی ایک روایت صرف سورہ تین کے جواب کے ساتھ ابواسحاق السبیعی سے سعید کی متابعت منقول ہے۔ [1]

مگر اس کی سند ابواسحاق السبیعی کے عنعنہ کے سبب ضعیف ہے۔ [2]

علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب بے سند و بے حوالہ روایت:

اور امام القرطبی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۷۱) نے بغیر سند وحوالہ کے لکھا:

”وكان ابن عباس وعلی بن أبی طالب رضی الله عنهما إذا قرا: (﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ (۹۵/ التين:۸) قالا:”بلى، وأنا على ذلك من الشاهدين“،“ [3]

ابن عباس اور علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہما جب آیت ﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ (۹۵/التین:۸) (کیا اللہ تعالیٰ (سب) حاکموں کا حاکم نہیں ہے) پڑھتے تو کہتے:”بلى، وأنا على ذلك من الشاهدين“ (کیوں نہیں !اور میں اس کی گواہی دینے والوں میں سے ہوں)“

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت تو ماقبل میں گذر چکی ہے جو ضعیف ہے [4]۔رہی علی رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت تو ایسی کوئی روایت حدیث یا تفسیر کی کسی بھی کتاب میں سند کے ساتھ نہیں ملی۔امام سیوطی نے بھی اپنی تفسیر میں یہ روایت ذکر نہیں کی ہے۔

---

[1] تفسیر الطبری ط هجر: ۲۴/ ۵۲۶

[2] ابواسحاق کے مدلس ہونے کے بارے میں دیکھیں اسی کتاب کا صفحہ (۱۰۸-۱۰۹)

[3] تفسير القرطبی، ت أحمد: ۲۰/ ۱۱۷، ولم أجده مسندا

[4] دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۱۲۶)

❁ سورۃ الإخلاص (۱۱۲)، سورۃ الفلق (۱۱۳)، سورۃ الناس (۱۱۴) کی آیات کے جواب سے متعلق روایت:

أبوعُبید القاسم بن سلّام البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۲۴) نے کہا:

”حدثنا أبو أحمد الزبيرى، عن سفيان، عن عمر بن عطية، قال :سمعت أبا جعفر محمد بن على يقول: إذا قرأت:﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾(۱۱۲/الإخلاص:۱)، فقل أنت:”الله أحد الله الصمد“ وإذا قرأت: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ (۱۱۳/الفلق:۱)،فقل أنت:”أعوذ برب الفلق“، وإذا قرأت: ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ (۱۱۴/الناس:۱) فقل أنت:”أعوذ برب الناس“،“[1]

امام ابوجعفر الباقر رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: جب تم ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ (۱۱۲/ الإخلاص:۱) (آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے) پڑھو تو کہو:”الله أحد الله الصمد“(اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے، اللہ بے نیاز ہے)۔اور جب ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ (۱۱۳/الفلق:۱)(آپ کہہ دیجئے! کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں) پڑھو تو کہو:”أعوذ برب الفلق“ (میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں)،اور جب ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ (۱۱۴/الناس:۱ (آپ کہہ دیجئے! کہ میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں) پڑھو تو کہو:”أعوذ برب الناس“(میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ میں آتا ہوں)“

یہ روایت ضعیف ”عمر بن عطیہ الکوفی“ کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے ان کے

[1] فضائل القرآن للقاسم بن سلام ص:(۱۵۳) ،”أبو أحمد الزبيرى “،هو” محمد بن عبد الله بن الزبير بن عمر بن درهم الأسدى“، و”أبو جعفر “هو” محمد بن على بن الحسين بن على بن أبى طالب، أبو جعفر الباقر“ و”عمر بن عطية “هو” الكوفى“ لم يؤثقه غير ابن حبان

علاوہ کسی نے اسے ثقہ نہیں کہا ہے۔لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کے بقول ابن الأنباری نے اسے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفا روایت کیا ہے۔[1] لیکن اس کی سند دستیاب نہیں ہے لہٰذا یہ ثابت نہیں۔

خلاصہ

قرآنی آیات کے جواب سے متعلق صحیح احادیث:

قرآنی آیات کے جواب سے متعلق وارد صحیح احادیث دو قسم کی ہیں:

☆ **پہلی قسم:** ان احادیث کی ہے جن میں عمومی طور پر تسبیح، سوال اور تعوذ کی آیات کے جوابات دینے کا ذکر ہے اس ضمن میں آپ ﷺ کی ایک قولی حدیث ہے جس کا ماحصل ہے کہ بوقت تلاوت اللہ سے سوال کرنا چاہئے اور ایک آپ ﷺ کی نفلی نماز سے متعلق حدیث ہے کہ آپ نفل نماز میں تسبیح، سوال اور تعوذ وغیرہ کی آیات پر گذرتے تو تسبیح کہتے، دعا کرتے اور اللہ کی پناہ طلب کرتے۔

☆ **دوسری قسم:** ان احادیث کی ہے جن میں خاص خاص آیات کے جواب دینے کی بات ہے۔اس طرح کی احادیث کی تعداد کل سات (۷) ہے۔ان میں دو (۲) احادیث مرفوع ہیں باقی چار (۴) موقوفات ہیں۔

○ صحیح مرفوع احادیث:

☆ ا۔سورہ فاتحہ کے اختتام پر ''آمیــــــن'' کہنا۔ یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ''صحیح بخاری'' میں مروی ہے۔ یہ نماز میں امام اور مقتدی سب کے لئے صراحتا ثابت ہے۔

---

[1] الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور :۸/۶۸۶

☆ ۲۔سورۃ الرحمٰن (۵۵) کی آیات ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ (پس (اے انسانو اور جنو!) تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟) کے جواب میں ''لَا بِشَيْءٍ مِنْ نِعْمَةِ رَبِّنَا نُكَذِّبُ'' (ہم اپنے رب کی کسی نعمت کا بھی انکار نہیں کرتے)، یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ''تفسیر طبری'' میں بسند حسن مروی ہے۔ یہ نماز کے باہر عام تلاوت سے متعلق ہے۔

○ صحیح موقوف آثار:

۱۔سورۃ الطّور (۵۲) کی آیت نمبر (۲۷) ﴿فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ﴾ (پس اللہ تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہمیں تیز وتند گرم ہواؤں کے عذاب سے بچالیا) کے جواب میں ''اللّٰهُمَّ مُنَّ عَلَيَّ وَقِنِي عَذَابَ السَّمُومِ'' (اے اللہ مجھ پر کرم فرما اور مجھے تیز وتند گرم ہواؤں کے عذاب سے بچالے)۔ یہ اماں عائشہ رضی اللہ عنہا سے موقوفاً ''شعب الایمان'' میں بسند صحیح مروی ہے، یہ نفل نماز سے متعلق ہے۔

۲۔سورۃ الحدید (۵۷) کی آیت نمبر (۱۶) ﴿أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ﴾ (کیا اب تک ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی سے نرم ہو جائیں؟) کے جواب ''بَلٰى يَا رَبِّ'' (کیوں نہیں اے رب) کہنا۔ یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ''الرقۃ لابن ابی الدنیا'' وغیرہ میں بسند صحیح مروی ہے۔ یہ بھی نفل نماز سے متعلق ہے۔

۳۔سورۃ القیامۃ (۷۵) کی آیت نمبر (۴۰) ﴿أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ (کیا وہ (اللہ) اس پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کر دے) کے جواب میں ''بَلٰى'' (کیوں نہیں) کہنا۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ''فضائل القرآن لابن الضریس'' وغیرہ میں بسند صحیح مروی ہے یہ نماز کی صراحت کے بغیر قولی اثر ہے۔

۴۔سورہ الأعلیٰ (۸۷) کی پہلی آیت ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ (اپنے بہت ہی بلند اللہ کے نام کی پاکیزگی بیان کر) کے جواب میں ''سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى'' (میرا بلند اللہ بہت ہی پاک ہے) کہنا۔ یہ علی، ابوموسیٰ الاشعری، ابن عمر، ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم سے موقوفاً ''مصنف ابن ابی شیبہ، سنن سعید بن منصور اور فضائل القرآن لابن الضریس'' وغیرہ میں بسند صحیح مروی ہے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل نماز جمعہ کے اندر تھا، باقی صحابہ کا عمل بھی نماز سے متعلق ہے لیکن فرض نماز کی صراحت نہیں ہے۔ البتہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ عملاً نہیں بلکہ نماز سے باہر قولاً ثابت ہے۔

نوٹ:- خاص آیات جن سے متعلق روایات صحیح ہیں وہ کل چھ (۶) ہیں۔ ان کی فہرست بالترتیب ملاحظہ ہو:

۱۔سورۃ الفاتحہ (۱) کے اختتام پر ''آمین'' کہنا (مرفوع)، دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۴۰)

۲۔سورۃ الطّور (۵۲) کی آیت نمبر (۷)، (موقوف) دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۳۵)

۳۔سورۃ الرحمٰن (۵۵) کی آیت نمبر (۲۷)، (مرفوع) دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۳۰)

۴۔سورۃ الحدید (۵۷) کی آیت نمبر (۱۶)، (موقوف) دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۳۱)

۵۔سورۃ القیامہ (۷۵) کی آیت نمبر (۲۷)، (موقوف) دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۳۲)

۶۔سورۃ الاعلیٰ (۸۷) کی پہلی آیت، (موقوف) دیکھئے اسی کتاب کا صفحہ (۳۲، ۳۷)

قرآنی آیات کے جواب میں ضعیف و مردود روایات:

ماقبل میں مذکور روایات کے علاوہ بقیہ روایات ضعیف ہیں جو کل پچیس (۲۵) آیات سے متعلق ہیں جن کی تفصیل کتاب میں گذر چکی ہے۔

کتابچہ ''نماز میں قرآنی آیات کے جواب......'' کا مختصر جائزہ

ایک صاحب نے نماز میں قرآنی آیات کے جواب دینے کا شرعی حکم کے نام سے کسی کے تعاقب میں ایک مضمون لکھا پھر اسے کتابچہ کی شکل میں شائع کر دیا، موصوف نے اس میں بہت سی ضعیف، موضوع اور من گھڑت روایات یکجا کر دی ہیں اور سادح لوح عوام کو یہ کتابچہ دیکر اس پر عمل کی دعوت دیتے ہیں۔ اس کتابچہ میں مذکور تمام روایات سے متعلق ہم نے اپنی اس کتاب میں وضاحت کر دی ہے بلکہ بہت سی روایات جو مذکورہ کتابچہ میں بھی نہیں ہیں ان کی حقیقت بھی ہم نے بیان کر دی ہے۔ والحمد للہ۔

اب اس کتابچہ کے بعض مقامات سے متعلق مختصر تبصرہ پیش خدمت ہے:

❀ ص (۳) سے کتابچہ شروع ہوتا ہے اور سب سے پہلے ابوداؤد اور بیہقی کے حوالے سے سورۃ الأعلی (۸۷) کی پہلی آیت ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَی﴾ کے جواب سے متعلق ایک ضعیف روایت درج کی گئی پھر علامہ البانی رحمہ اللہ کی تصحیح اور ان کی تشریح پیش کی گئی ہے (مذکورہ کتابچہ: ص: ۳-۴)

عرض ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے جیسا کہ گذشتہ سطور میں پوری تفصیل سے واضح کر دیا گیا اور علامہ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق کا جائزہ بھی پیش کر دیا گیا ہے۔ اور جب یہ روایت ضعیف ٹھہری تو اس کی بنیاد پر اپنائے گئے موقوف کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

❀ ص (۵) پر سورہ الأعلی (۸۷) کی پہلی آیت ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْأَعْلَی﴾ ہی سے متعلق تفسیر قرطبی سے علی رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی گئی ہے۔

عرض ہے کہ یہ سخت ضعیف ومردود ہے بلکہ اس کی سند کے ایک راوی کو حدیث چور اور جھوٹا بھی کہا گیا ہے جیسا کہ ماقبل میں مفصل تحقیق پیش کر دی گئی ہے۔

❁ ص (٦) پر سورہ التین (٩٥) کی آخری ﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ﴾ کے جواب سے متعلق روایت ابن عباس اور علی رضی اللہ عنہما موقوف روایت امام قرطبی کی تفسیر سے پیش کی گئی ہے۔

عرض ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اثر ضعیف ہے جیسا کہ اس تحریر میں وضاحت موجود ہے اور علی رضی اللہ عنہ کے اثر کو امام قرطبی رحمہ اللہ نے بے سند و بے حوالہ ذکر کیا گیا ہے اور کسی بھی کتاب میں باسند یہ روایت نہیں ملتی امام سیوطی رحمہ اللہ نے بھی اپنی تفسیر میں اسے ذکر نہیں کیا ہے۔

❁ ص (٨) پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قولی اثر پیش کر کے اس سے مقتدی لئے جواب دینے پر استدلال کیا ہے۔

عرض ہے کہ یہ اثر سخت ضعیف و مردود ہے جیسا کہ تفصیل پیش کر دی گئی ہے۔

❁ ص (١٧) پر سورہ البقرہ (٢) کی آخری آیت ﴿...... فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾ کے جواب میں آمین کہنے کی بات لکھ کر بغیر جلد و صفحہ لکھے بریکٹ میں صرف (مسلم شریف) لکھا ہے۔

عرض ہے کہ صحیح مسلم میں ایسی کوئی روایت میں تلاش نہیں کر سکا البتہ بعض دیگر کتب میں اس تعلق سے کچھ روایات منقول ہے مگر سب کی سب ضعیف ہیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔

❁ ص (١٩) پر سورہ المرسلات (٧٧) کی آخری آیت ﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ﴾ کے جواب میں "آمنا بالله" یا "آمنت بالله، وبما أنزل" پڑھنے کے لئے بتا کر سب سے پہلے بغیر جلد و صفحہ تحریر کئے ہوئے (بخاری) کا حوالہ دیا گیا ہے۔

عرض صحیح بخاری میں کسی بھی مقام پر یہ بات مجھے نہیں ملی البتہ بعض ضعیف روایات میں ایسا ہے جیسا کہ ہماری اس تحریر میں تفصیل موجود ہے۔

❁ ص (٩)، (١٠)، (١١)، (١٥)، (١٦) پر بعض اہل علم کے اقوال اور ان کے فتاوے

پیش کئے گئے ہیں۔

عرض ہے کہ اہل علم کے یہ اقوال وفتاوئے جن روایات پر مبنی ہیں وہ ضعیف یا غیر متعلق ہیں جن کی تفصیل ہم نے اس تحریر میں مناسب مقامات پر بیان کر دی ہے۔

❀ ص (۱۷) تا (۲۰) پر ایک درجن (بارہ) آیات اور ان کے جواب میں کہے جانے والے کلمات درج کئے گئے اور بریکٹ میں جلد وصفحہ تحریر کئے بغیر مختصرا صرف کتب کے حوالے دئے گئے ہیں۔ہم نے اپنی اس تحریر میں ان تمام روایات کی حقیقت پوری تفصیل کے ساتھ بیان کر دی ہے۔

مجھے حیرت ہے کہ صاحب کتابچہ کو ضعیف روایات ہی درج کرنی تھیں تو صرف بارہ آیات ہی کو کیوں منتخب کیا جب کہ کتب تفاسیر واحادیث میں راقم الحروف کے شمار کے مطابق پچیس (۲۵) آیات ایسی ہیں جن کے جواب میں کچھ کلمات کہنے کی ضعیف روایات منقول ہیں۔

مقتدی کے لئے قرآنی آیات کے جواب سے متعلق رسالے میں جابجا جو شبہات پیش کئے گئے ان سب کا ازالہ ہم نے ایک ہی جگہ نماز میں مقتدی کے لئے قرآنی آیات کا جواب دینے کا حکم کے تحت پیش کر دیا ہے۔

اس وضاحت کے ساتھ ہماری یہ تحریر ختم ہوتی ہے۔قارئین اپنے ملاحظات واستدراکات سے ہمیں ضرور آگاہ کریں تاکہ ہم اپنی غلطیوں کی اصلاح کر سکیں۔

سبحانک اللهم وبحمدک، أشهد أن لا اله الا أنت، أستغفرک و أتوب الیک.